احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مارچ 2025ء

شہر اعتکاف 2025

عشقِ الٰہی اور لذتِ توحید

رمضان المبارک

تعمیرِ شخصیت کا سنہری موقع

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورۂ یورپ

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا دورۂ سندھ

علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری موضوعات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 650 سے زائد کتب دستیاب ہیں

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 39 / شمارہ: 3 / ۱۴۴۶ھ رمضان المبارک / مارچ 2025ء

حسن ترتیب

اداریہ: ''عشقِ الٰہی اور لذتِ توحید''	چیف ایڈیٹر	5
القرآن: اطاعتِ رسول ﷺ اور قرآن مجید کے اسالیب بیان	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	8
روزہ: فضیلت و اہمیت	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	22
توبہ و استغفار اور ہماری زندگی	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	29
ماہِ رمضان المبارک: تعمیرِ شخصیت کا سنہری موقع	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	39
دہشتگردی کے خلاف شیخ الاسلام کا فتویٰ: تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی	50
23 مارچ: یومِ پاکستان۔ یومِ تجدیدِ عہد	محمد یوسف منہاجین	61
چیئرمین سپریم کونسل کا دورۂ یورپ	خصوصی رپورٹ	68
صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل کا دورۂ سندھ	خصوصی رپورٹ	75
شیخ الاسلام ڈے پر تقریبات کا انعقاد	خصوصی رپورٹ	81
خصوصی ہدایات برائے معتکفین شہرِ اعتکاف 2025ء		85

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی
ایڈیٹر: محمد یوسف
ڈپٹی ایڈیٹر: ابدال احمد میرزا

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد رفیق نجم، ڈاکٹر محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد بلال اُپل، سید علی عباس بخاری، فیصل حسین مشہدی

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم، جی ایم ملک
محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، علی عمران، داؤد حسین مشہدی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، ڈاکٹر محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم | گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری | عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/ رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ 60 روپے | سالانہ خریداری 700 روپے

انتباہ! مجلہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 02930103644000 میزان بینک شالیمار لنک روڈ لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext: 128

حمدِ باری تعالیٰ

کسے حاصل ہوا ادراک خالق کی حقیقت کا
کرے آغاز حرفِ ''کُن'' سے جو ہر ایک خلقت کا

جبینِ سجدہ جھکتی ہے بس اِک معبود کے آگے
وہی معبود جو حقدار ٹھہرا ہے عبادت کا

خدا کی اور پیمبرؐ کی اطاعت ہم پہ لازم ہے
یہی ہے حکم قرآں کا، یہی فرمان سنت کا

فلاحِ دنیا و عقبیٰ کا ضامن دینِ پیغمبرؐ
قیامِ امنِ عالم راستہ ہے دینِ فطرت کا

خدا کی ذات کا عرفاں اِسی زینے سے ملتا ہے
بلاشبہ یہ قرآں ہی ہے زینہ علم و حکمت کا

ہم اُس کے نام سے ہر کام کا آغاز کرتے ہیں
ہے جس کی باءِ بسم اللہ سے وا در خیر و برکت کا

ہیں نیّرؔ بے نشاں ہوکر بھی ہر جانب نشاں اُس کے
ہوا بے صورتی سے جلوہ پیدا اُس کی صورت کا

﴿ضیاء نیّرؔ﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

پلکیں بچھا دیں ہم نے طیبہ کے راستوں میں
موتی چمک رہے ہیں پاؤں کے آبلوں میں

ذکرِ جمیل اُنؐ کا ہے ہر ورق پہ روشن
مفہوم ہے مصوّر مضموں کے حاشیوں میں

بھٹکے ہوئے بشر کو شاید خبر نہیں ہے
ہر عافیت ہے ملتی آقاؐ کی محفلوں میں

یہ جشنِ مصطفیٰؐ ہے رحمت کی انتہا ہے
اترے ہیں آسماں سے انوار بستیوں میں

سارے علوم اُنؐ کے در پر ہیں دست بستہ
رونق تمام تر ہے آقاؐ کے مکتبوں میں

اوقات اپنی بھولا ہر رہنما ہمارا
اب ہے ہوا مقید زر کی تجوریوں میں

عشقِ نبیؐ کا موسم ہر سمت پرفشاں ہے
رقصاں صبا ہمیشہ رہتی ہے رتجگوں میں

سب منحرف یہ چہرے گمراہ ہوچکے ہیں
گم صم کھڑے ہیں کب سے تاریک جنگلوں میں

موسم ریاضؔ اترا شاداب ساعتوں کا
جگنو درود پڑھتے اترے ہیں جھاڑیوں میں

﴿ریاضؔ حسین چودھری﴾

اداریہ

عشقِ الٰہی اور لذتِ توحید

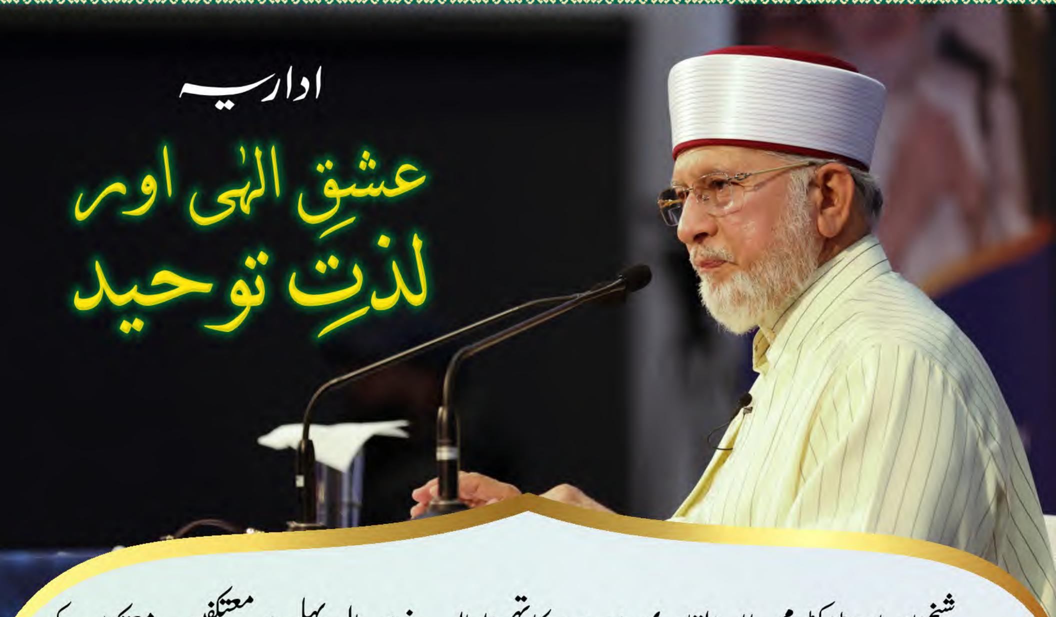

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے امسال پہلی بار معتکفین و معتکفات کو اعتکاف 2025ء میں شرکت کی دعوت دی ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ اس سال شہر اعتکاف میں خطابات کا موضوع ”عشقِ الٰہی اور لذتِ توحید“ ہوگا۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیراہتمام ہر سال قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادیؒ کے مزارِ اقدس کے زیر سایہ جامع المنہاج بغداد ٹاؤن، ٹاؤن شپ لاہور میں شہرِ اعتکاف سجتا ہے۔ ہر سال پاکستان سمیت دنیا کے مختلف ممالک سے معتکفین و معتکفات شریک ہوتے، قلوب واذہان کو ایمان و یقین کی روشنی سے منور کرتے ہیں اور اعتکاف کی برکتیں سمیٹتے ہیں۔ یہ شہرِ اعتکاف ایک عظیم الشان علمی، روحانی، تعلیمی و تربیتی درس گاہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ یہاں عبادات کا نور، ذکرِ الٰہی کا سرور، تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کا جامِ طہور میسر آتا ہے۔ شیخ الاسلام نے دعوتِ عام میں فرمایا کہ اپنی زندگی میں پہلی بار اپنی زبان سے آپ لوگوں کو اعتکاف کا حصہ بننے کی دعوت دے رہا ہوں۔ گزشتہ اعتکاف کے موقع پر عقل اور شعور کے پیمانوں پر وجودِ باری تعالیٰ پر بات ہوئی تھی، اس سال عشق اور دل کے پیمانے سے ذاتِ حق کی بات ہوگی۔ پچھلے سال آگہی کی باتیں تھیں اس سال شناسائی، شیفتگی اور وارفتگی کی باتیں ہوں گی اور میں چاہتا ہوں کہ میرے نوجوان بیٹے اور بیٹیاں خواہ ان کا تعلق ہائی سکول سے ہے یا کالجز سے یا یونیورسٹی سے وہ اس سال شہر اعتکاف کی رجسٹریشن ضرور حاصل کریں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ ہر شب نماز تراویح کے بعد خطابات فرمائیں گے۔ بلاشبہ حرمین شریفین کے بعد اسلامی دنیا کا یہ سب سے بڑا شہرِ اعتکاف ہے۔ شہرِ اعتکاف میں شیخ الاسلام کے خطابات مخزنِ علوم و فنون ہیں۔ علم و حکمت کی یہ صدائیں قرطاسِ ابیض کے سینے پر محفوظ

ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اعتکاف 2024ء کا موضوع ”خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں“ تھا ۔ شیخ الاسلام نے اپنے خطابات کی اس سیریز کے ذریعے خدا کے وجود کی نفی کرنے اور سائنس اور اسلام کو مقابل کھڑا کرنے والوں کے نیم خواندہ بیانیہ کو ادھیڑ کے رکھ دیا تھا اور ایمان افروز بیان اور عقلی دلائل کے ذریعے یہ ثابت کیا تھا کہ ہر وہ فلاسفر جو بہ ظاہر اللہ کے وجود کی نفی کرتا ہے، وہ بالآخر وجودِ حق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوا۔ سائنس اسلام کی ضد نہیں بلکہ یہ ہر گزرتے دن کے ساتھ قرآنی حقائق و معارف کی توثیق کرتی چلی جا رہی ہے۔ فرعون کے ڈوب کر مرنے کی حقیقت ہو یا بگ بینگ تھیوری، بچے کے تخلیقی مراحل ہوں یا پہاڑوں کا زیرِ زمین میخوں کی طرح گڑا ہونا، کائنات کا پھیلاؤ اور سکڑاؤ، نظام شمسی کا ایک نظم کے ساتھ قائم ہونا اور ستاروں اور سیاروں کا مقررہ راستوں پر محوِ سفر رہنا، یہ وہ تمام سائنسی حقائق ہیں جن کے انکشافات کی عمر اڑھائی یا تین سو سال سے زیادہ نہیں ہے مگر اللہ رب العزت نے 14 سو سال قبل پیغمبرِ حق حضور نبی اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس پر یہ حقائق جاری فرما دیئے جو کرۂ ارض کی سب سے سچی کتاب قرآن مجید کے سینے میں محفوظ ہیں۔

شیخ الاسلام کے ان عظیم الشان خطابات کے ایک ایک حرف نے اُمت کے نوجوانوں کو فتنۂ دہریت اور لادینیت کی یلغار سے بچانے کے لئے نسخۂ اکسیر کا کام کیا۔ نوجوانوں کو اسلام اور خدا کے وجود سے برگشتہ کرنے کے لئے سوشل میڈیا پر لادینیت اور دہریت پھیلائی جا رہی تھی، ہر طرف سکوتِ مرگ تھا اور کوئی اس فتنہ کا منہ توڑ جواب نہیں دے رہا تھا۔ شیخ الاسلام نے اپنی دینی و ملی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے اس فتنے کے سامنے بند باندھا اور قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ آئندہ نسلوں کے ایمان و اعتقاد کی حفاظت کی۔ شیخ الاسلام نے خدا کے وجود کی نفی کرنے والے ذہنوں سے ایک سوال کیا کہ سائنسدانوں نے ایٹم اور اُس کے منقسم ذروں نیوٹران، الیکٹران اور پروٹون کو نہیں دیکھا مگر دیکھے بغیر وہ ان کے وجود کا اعتراف کرتے ہیں حالانکہ ابھی کوئی ایسی خوردبین ایجاد نہیں ہوئی جو ان ذرات کو دیکھ سکے مگر جب خدا کے وجود کی بات ہوتی ہے تو ثبوت مانگا جاتا ہے جبکہ قرآن مجید کے اندر موجود سائنسی انکشافات کی بھرمار وجودِ باری تعالیٰ کا ناقابل تردید ثبوت ہیں مگر یہاں عقل و خرد تعجب اور لاعلمی کی گرد میں اٹ کر رہ جاتی ہے۔

شیخ الاسلام نے وجود باری تعالیٰ کے منکرین کے سامنے ایک اہم سوال رکھا کہ انسان کا سارا علم حواسِ خمسہ کا مرہونِ منت ہے، یہ حواس جو دیکھتے، سنتے، چکھتے، چھوتے اور سونگھتے ہیں پھر ان کے سگنل دماغ کو پہنچا دیتے ہیں اور پھر دماغ ان کی تاثیر اور اثرات کے بارے میں حکمنامہ جاری کرتا ہے یعنی دماغ از خود کسی تاثیر کا نتیجہ اخذ نہیں کرتا، وہ حواس خمسہ کے سگنل کا مرہون منت ہے جبکہ اللہ کی

ذات حواسِ خمسہ کے علم سے بالاتر ہے لہٰذا وجودِ باری تعالیٰ کے حوالے سے دماغ کی ٹامک ٹوئیوں پر انحصار کیسے کیا جا سکتا ہے؟۔ کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیاں اللہ تک رسائی اور شناسائی کا ذریعہ ہیں۔ یہاں ایمان بالغیب کی حقیقت آشکار ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام نے اپنے حالیہ اعلان میں فرمایا کہ گزشتہ سال کے خطابات میں عقل کے پیمانے بروئے کار لائے گئے تھے، اس بار دل کے پیمانے سے وجودِ حق کی بات ہو گی۔ شیخ الاسلام نے گزشتہ عالمی میلاد کانفرنس میں ایک اعلان فرمایا تھا کہ اُن کی بقیہ زندگی آدب اور آخلاق و کردار کی تحقیق و جستجو کے لئے وقف ہے۔ بلاشبہ آدب اور آخلاق و کردار کی گراوٹ کی وجہ سے ہمارے ایمان و یقین پر کاری ضربیں لگ رہی ہیں۔ اس علمی اور تربیتی خلا کو پُر کرنے کے لئے امسال شیخ الاسلام نے ”عشقِ الٰہی اور لذتِ توحید“ کا موضوع منتخب کیا ہے۔ توحید ایمان کی عمارت کی بنیاد اور خشتِ اول ہے۔ عقیدۂ توحید اسلام کے اُن بنیادی عقائد میں سے ہے جن پر ایمان و اسلام کی پوری عمارت کا دارومدار ہے۔ توحید محض الفاظ و معانی کا گورکھ دھندہ یا قیل و قال کا معاملہ نہیں بلکہ یہ عقیدے کے ساتھ ساتھ کیفیت اور حال کا معاملہ ہے جو انسان کے اندر سے پھوٹتا ہے، یہ ایک ایسی لذت آشنائی ہے جو انسان کو دوعالم کے خوف و غم سے بے نیاز کر کے بندگی کے اطوار سکھاتی ہے۔

ضرورت اس آمر کی تھی کہ معاصر علمی حلقے اعتقادی موضوعات پر خالص علمی پیرائے اور معتدل طرزِ فکر کے ساتھ اُمہ کے نوجوانوں اور آئندہ نسلوں کی راہ نمائی کرتے اور اُنہیں بدعقیدگی اور اعتقادی فتنوں سے بچاتے مگر فروعی اختلافات کو اتنا زیادہ نمایاں کر دیا گیا کہ عقیدۂ توحید و رسالت کے باب میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ایمان و یقین کو کمزور کیا جانے لگا۔ اس اہم اعتقادی اور علمی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اور اُمت کے نوجوانوں کو بدعقیدگی سے بچانے کے لئے شیخ الاسلام نے عشق و مستی میں ڈوبا ہوا یہ موضوع منتخب کیا ہے۔ یقیناً یہ خطابات سُننے والوں کی ایمانی زندگی میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کریں گے۔ منہاج القرآن کی دعوتی، تربیتی مساعی اور عبادت و ریاضت کے لئے شہر اعتکاف میں جہاں مردوں کے لئے خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے وہاں شرعی پردہ کے ساتھ خواتین کے لئے بھی تدریس و تفہیم دین کا بطورِ خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسلامیانِ پاکستان کو شہرِ اعتکاف 2025ء میں شرکت کی دعوتِ عام ہے۔ محدود جگہ کے باعث پیشگی رجسٹریشن کروالی جائے۔ اللہ رب العزت ہمیں دین سیکھنے، سکھانے اور آحوال سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(چیف ایڈیٹر ماہنامہ منہاج القرآن)

القرآن

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کے اسالیبِ بیان

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حصہ 11

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔ (آل عمران، ۳: ۳۲)

”آپ فرما دیں کہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (النساء، ۴: ۵۹)

” اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو۔“

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول دونوں کی اطاعت کا ذکر آیا ہے۔ جب دو کا ذکر آتا ہے تو درمیان میں ’و‘ آتی ہے، جس کا اردو میں ترجمہ ”اور“ ہے۔ اس ”واؤ“ کو ”واؤ عاطفہ“ کہتے ہیں۔اس سے معطوف کا معطوف علیہ پر عطف واقع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کے باب میں قرآن مجید میں واؤ عاطفہ دو طرح وارد ہوئی ہے یعنی یہ عطف دو شکلوں میں ہوا ہے:

۱۔ ایک عطف اس طرح ہوا ہے کہ اسمِ رسول کا عطف اسمِ اللہ پر ہوا ہے۔ جس طرح مذکورہ پہلی آیت؛ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ میں ہے۔اسے عربی میں عطف إسم الرسول علیٰ إسم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اسم ’رسول‘ کا عطف اسم ’اللہ‘ پر واقع ہوا ہے۔

(خطاب نمبر: Ci–33)، (20 دسمبر 2013ء)، (مقام: کینیڈا)

۲۔ واؤ عاطفہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ اطاعتِ رسول کا عطف اطاعتِ الٰہی پر ہوا ہے جس طرح مذکورہ دوسری آیت: يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ میں ہے۔ گویا ایک آیت میں لفظ 'رسول' کا عطف لفظ 'اللہ' پر ہے اور دوسری آیت میں اطاعتِ رسول کا عطف اطاعتِ الٰہی پر واقع ہوا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ ان دو طرح کے عطف کے وارد ہونے کی بھی کوئی حقیقت، افادیت اور حکمت ہے۔ قرآن مجید میں جب بھی کوئی اسلوب اختیار کیا جاتا ہے یا اسلوب تبدیل کیا جاتا ہے تو وہ خالی از حکمت نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک اسلوب کوئی نہ کوئی حکمت اور معنویت اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ ہماری زبان کی طرح نہیں ہے کہ ہم جس طرح چاہیں بیان کر دیں اور اُس کا کوئی خاص معنی اور مراد نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کلام اس امر سے پاک ہے۔

آیئے! عطف کی ان دونوں قسموں اور شکلوں پر غور کرتے ہیں کہ ان میں کیا حکمت اور افادیت کارفرما ہے:

۱۔ اطاعتِ رسول کے باب میں قرآن مجید کا پہلا اسلوبِ بیان اور اس کے فوائد

اطاعتِ رسول کے باب میں قرآن مجید کا پہلا اسلوبِ بیان یہ ہے کہ اسمِ 'رسول' کا اسمِ 'اللہ' پر عطف واقع ہوتا ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید میں کئی آیات وارد ہیں۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ۔ (آل عمران، ۳: ۳۲)

"فرما دیجئے اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔"

اس آیت میں أطیعوا کا لفظ ایک بار آیا ہے، رسول کے لیے یہ لفظ دوبارہ نہیں آیا۔ گویا اسم 'الرسول' کا عطف اسم 'اللہ' پر ہو گیا۔

۲۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (الأنفال، ۸: ۱)

"اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔"

۳۔ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

"تم نماز قائم کیا کرو، زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔" (الأحزاب، ۳۳: ۳۳)

۴۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (الأحزاب، ۳۳: ۷۱)

" اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتا ہے۔"

۵۔ وَاِنۡ تُطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ شَيۡـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔

(الحجرات، ۴۹:۱۴)

’’اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو تمہارے اعمال میں سے کچھ ضائع نہیں ہو گا۔‘‘

مذکورہ آیات پانچ مختلف صیغوں کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اور ان میں سے ہر ایک آیت میں ’الرسول‘ کا عطف لفظ ’اللہ‘ پر ہے۔ ان آیات میں لفظ أطیعوا کو ’’رسول‘‘ کے لیے دوبارہ بیان نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول پر أطیعوا کا حکم ایک ہی بار وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ یہ اسلوب درج ذیل فوائد کا حامل ہے:

(۱) ہر وہ امر جس میں اللہ کی اطاعت واجب ہے، اس امر میں رسول کی اطاعت بھی واجب ہے

اس اسلوب سے پہلا شرعی، قرآنی، اعتقادی اور فقہی فائدہ یہ حاصل ہوا کہ جس جس شے اور امر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے، اُسی اُسی شے اور امر میں رسول ﷺ کی اطاعت بھی واجب ہے۔ اب ہم یہ نہیں کر سکتے کہ نماز کے معاملات ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننا واجب ہو اور رسول ﷺ کا حکم نہ مانا جائے یا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے لیے رسول ﷺ کی اطاعت مان لی جائے اور باقی معاملات کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانا جائے۔ اس طرح نہیں کریں گے۔ قرآن مجید کے اس اسلوبِ عطف نے اس تفریق کی جڑ کاٹ دی ہے۔ یہ سمجھنا کہ زندگی کے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا واجب ہے اور رسول اکرم ﷺ کے احکام اور احادیث و سنت کی اطاعت واجب نہیں یا بعض امور کے لیے اطاعت واجب ہے اور بعض کے لیے نہیں، یہ تفریق نہیں کی جاسکتی۔ اس تفریق کا جو امکان ہو سکتا تھا، اس اسلوب کے ذریعے اُس کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر أطیعوا کا جو حکم آیا، اُسی أطیعوا کے ساتھ ہی الرسول آیا ہے۔ لہٰذا اطاعت کے دائرے کو الگ الگ نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور قرآن مجید کے احکام کو ماننے کا دائرہ وسیع کر دیں اور رسول ﷺ کے احکام اور احادیث و سنت کو حجت ماننے کا دائرہ تنگ کر دیں یا انھیں صرف اُس دور یا محدود امور کے لیے مختص کر دیں۔ نہیں، ایسا کرنا جائز نہیں۔ قرآن مجید کے اس اسلوب کے ذریعے محدودیت بھی نہ رہی اور توقیت بھی نہ رہی۔

> قرآنِ مجید کا اختیار کیا گیا کوئی بھی اُسلوب حکمت سے خالی نہیں ہوتا، ہر اُسلوب حکمت اور معنویت کے سمندر سموئے ہوئے ہوتا ہے

اس حوالے سے یہ امر بھی نہایت قابلِ غور ہے کہ قرآن مجید کے مذکورہ تمام مقامات جن میں ''الرسول'' کا عطف 'اللہ' پر آیا ہے، اگر ہم ان کے سیاق و سباق کا مطالعہ کریں تو یہ امر سامنے آتا ہے کہ حکمِ اطاعت صرف عبادات کے لیے مختص نہیں ہے بلکہ کہیں امن و جنگ کے احکام میں اطاعت کا ذکر ہے، کہیں مالِ غنائم اور لین دین کے معاملات میں اطاعت کا ذکر ہے، کہیں ریاستی پالیسی کی بات میں اطاعت کا حکم ہے۔ کہیں نجی، خاندانی و عائلی معاملات کی بات میں اطاعت کا حکم ہے۔ کہیں معاملات اور مالیات کی بات میں اطاعت کا حکم ہے۔ کہیں بین الاقوامی امور کی بات میں اطاعت کا حکم ہے، کہیں مصالح عامۃ یعنی سوسائٹی کے حقوق کی بات میں اطاعت کا حکم ہے۔

جب ان امور میں اطاعت کا حکم آیا ہے تو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ دونوں کے لیے ایک ہی مرتبہ أطیعوا وارد ہوا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اطاعت کا حکم خواہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو یا رسول ﷺ کے لیے، یہ صرف عبادات کے لیے مختص نہیں ہے بلکہ معاملات، حالتِ امن و جنگ، جنگی قوانین، عامۃ الناس کے مصالح، حقوق اور فرائض و واجبات میں بھی رسول ﷺ کی اطاعت اُسی طرح واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے۔ حتیٰ کہ جمیع دینی، اخروی اور دنیوی امور میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت یکساں واجب ہے اور اُن میں تفریق نہیں کی گئی۔ اگر اس میں تفریق کرنا چاہیں گے تو یہ قرآن مجید پر اپنی عقل اور رائے کو معاذاللہ غالب کرنا قرار پائے گا اور ایسا کرنا کفر ہے۔

قرآن مجید میں فقط اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر کہیں نہیں کیا گیا۔ کسی بھی معاملے میں خواہ وہ عبادات کا معاملہ ہو یا مالیات، اخلاقیات اور اقوام و ملل کا معاملہ ہو، بین الاقوامی، ملکی، سوشل، سیاسی، معاشی یا ثقافتی امور کا معاملہ ہو یا کوئی بھی معاملہ، اللہ رب العزت نے

قرآن مجید میں کہیں فقط اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا قرآن کے حکم کی اطاعت کا اکیلے ذکر نہیں کیا۔ قرآن مجید میں یا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا یکجا ذکر موجود ہے یا صرف اکیلے رسول ﷺ کی اطاعت کا ذکر کیا ہے۔ (ہم تفصیل کے ساتھ اس مضمون کے سابقہ حصوں میں اس امر کا مطالعہ کر چکے ہیں) لہٰذا اب یہ تفریق کیسے قائم کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو تمام امور میں واجب ہوگی مگر رسول ﷺ کا حکم، حدیث اور سنت فلاں امور میں ہوگی اور فلاں امور میں نہیں ہوگی۔ پورے قرآن مجید میں اس تفریق کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت حقیقت میں ایک ہی اطاعت ہے

قرآن مجید میں جہاں بھی اسم ''رسول'' کا عطف اسمِ جلالت ''اللہ'' پر قائم ہے اور أطیعوا کو ایک مرتبہ ذکر کر کے دونوں اسمائے گرامی آئے ہیں تو اُس سے یہ ثابت کرنا بھی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت حقیقت میں ایک ہی اطاعت ہے۔ یہ دو الگ الگ اطاعتیں نہیں ہیں کہ کوئی رسول ﷺ کی اطاعت کا انکار کر کے یہ سمجھ لے کہ اس نے صرف رسول ﷺ کی اطاعت کا انکار کیا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر تو عقیدہ قائم ہے۔ اگر رسول ﷺ کی اطاعت، حکم، حدیثِ و سنت کے حجت ہونے کا انکار ہوگیا تو ازخود حکمِ الٰہی کی حجیت کا انکار ہوگیا اور ایسا کر کے اس نے حکمِ الٰہی کے واجب ہونے کو رد کر دیا۔ واؤ عاطفہ کے ذریعے اللہ رب العزت نے دونوں اطاعتوں کو ایک اطاعت قرار دیا اور اُنہیں امرِ واحد بنا دیا۔ یہ اسلوب وحدتِ طاعتین یعنی دو اطاعتوں کی وحدت اور عینیت پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں اطاعتیں جمیع امور میں عین یک دیگر ہیں۔

۲۔ اطاعتِ رسول کے باب میں قرآن مجید کا دوسرا اسلوبِ بیان اور اس کے فوائد

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے باب میں قرآن مجید کا دوسرا اسلوب یہ ہے کہ اطاعتِ رسول کا عطف اطاعتِ الٰہی پر قائم کیا گیا ہے۔ یعنی اطاعت کا اطاعت پر عطف ہے۔ اس حوالے سے بھی قرآن مجید میں کئی آیات وارد ہیں۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (النساء، ۴: ۵۹)

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اَہلِ حق) صاحبانِ اَمر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔“

یہاں اَطِیۡعُوا کا امر اللہ تعالیٰ کے لیے الگ اور رسول ﷺ کے لیے الگ بیان کیا گیا جبکہ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ کو تابع کر دیا، اُن کے لیے اطیعوا کو مکرر نہیں کیا۔ یعنی اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ کو ایک درجہ بنادیا اور اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ کے لیے أطیعوا کے حکم کو بیان نہ کر کے ایک الگ درجہ بنادیا۔ پھر فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ فرماکر دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول ﷺ کے حکم کو ایک درجہ میں رکھ دیا اور اولی الامر کو یہاں بیان نہیں کیا۔ اس اسلوب سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اولی الامر سے تم اختلاف کر سکتے ہو مگر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اختلاف نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اختلاف اُسی طرح نہیں کیا جا سکتا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔

> قرآنِ مجید میں اللہ یا قرآن کے حکم کی اطاعت کا تنہا ذکر نہیں آیا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کا یکجا ذکر آیا ہے

اس آیت میں یہ بات بھی نہایت قابلِ غور ہے کہ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ میں لفظ أطیعوا کو دوہرایا تاکہ اس کا ایک تصور واضح ہو جائے اور جب اختلاف اور تنازعہ کے معاملے میں حتمی فیصلہ لینے کی باری آئی تو فرمایا کہ فَرُدُّوۡہُ (اسے لوٹا دو)، یہاں حرفِ جار ’إلیٰ‘ کو دوبارہ بیان نہیں کیا کہ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ اِلَی الرَّسُوۡلِ۔ اگر یوں کہہ دیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو تو معنی یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کچھ اور ہے اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا کچھ اور ہے۔ اس لیے حرفِ جار ”الیٰ“ کو دوبارہ لانے کے بجائے واؤ عاطفہ لگا دیا اور لفظِ رسول کا عطف لفظِ اللہ تعالیٰ پر قائم کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع ایک ہی تصور ہو جائے۔ رجوع میں وحدت اور عینیت ہے۔ رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے کا معنی ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

طرف رجوع کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور رسول ﷺ کی طرف رجوع یہ دو الگ رجوع نہیں ہیں بلکہ ان میں وحدت ہے۔ پس اس آیت میں اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے ذریعے بھی عطف کی ایک شکل بیان کردی اور فردوہ الی اللہ والرسول کے ذریعے عطف کی دوسری قسم بیان کر دی۔

اسی اسلوب پر دیگر آیات یہ ہیں:

۲۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا۔ (المائدة، ۵: ۹۲)

”اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور (خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت سے) بچتے رہو۔“

۳۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (النور، ۲۴: ۵۴)

”فرما دیجیے: تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔“

۴۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ۔ (محمد، ۴۷: ۳۳)

”اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔“

یعنی رسول کی اطاعت کے انکار کرنے سے تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور اعمال کا کلیتاً تباہ ہو جانا یہ کفر کی علامت ہے۔

۵۔ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ (الاحزاب، ۳۳: ۶۶)

”وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔“

مذکورہ آیات میں اطاعت کے باب میں اطاعت کا عطف اطاعت پر ہورہا ہے۔ جیسے پہلے اسلوب کے اعتقادی فوائد ہیں، اسی طرح یہ اسلوب بھی افادیت و حکمت کا حامل ہے۔ ائمہ، محدثین، امام حجر عسقلانی، امام قسطلانی، امام نووی اور دیگر اکابر ائمہ نے اس پر بحث کی ہے۔ ذیل میں اس اسلوب کے اعتقادی فوائد ملاحظہ ہوں:

(ا) اطاعتِ رسول ایک مستقل اطاعت ہے

اس اسلوب کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ اس سے استقلالِ طاعت الرسول یعنی اطاعتِ رسول کے مستقل اور مطلق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ یعنی جس طرح اَطِيْعُوا اللّٰهَ کا حکم الگ دیا کہ اللہ کی اطاعت کرو تو جو حیثیت ایک مستقل اطاعت ہونے کی اطاعتِ الٰہی کو حاصل ہے، وہی حیثیت، درجہ اور ماہیت اطاعتِ رسول کی ہے۔ یہ

بھی اُسی طرح مستقل ہے، عارضی نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت مستقل ہے، عارضی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں سورۃ النسآء کی آیت ۵۹ کی تفسیر میں یہ نکتہ بیان کیا ہے۔ یہی نکتہ امام طیبی (شارح مشکوٰۃ) نے بیان کیا اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام طیبی کو نقل کیا ہے۔

امام عسقلانی کہتے ہیں کہ إعاد الفعل یعنی اَطِیْعُوا اللّٰہَ کے بعد اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی صورت میں جو فعل کا اعادہ کیا گیا یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رسول کی اطاعت بھی مستقل ہے۔ اولی امر میں اس کو نہیں دوہرایا گیا۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ اس میں ایسے امور بھی شامل ہیں کہ اگر اولی الامر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کریں تو پھر اُن کے احکام کی اطاعت واجب نہیں ہوتی۔ یہ فرق کرنے کے لیے وہاں فعل کا اعادہ نہیں کیا۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ میں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف رجوع کرنے کے حکم کو اکٹھا کر کے اور اولی الامر کا ذکر وہاں سے نکال کر اس تصور کو مزید واضح کر دیا۔

پس اس اسلوب سے پہلی چیز یہ ثابت ہوئی کہ رسول ﷺ کی اطاعت بھی مستقلاً اور مطلقاً قبول کی جائے گی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت مستقل واجب ہو گی۔ وہی حیثیت اطاعتِ رسول کی ہو گی۔ جس طرح قرآن مجید کا حکم واجب، مطلق اور مستقل ہو گا، اس طرح سنتِ رسول کا حکم بھی اپنے وجوب اور لزوم میں مستقل، مطلق اور لازم ہو گا۔۔۔ جس طرح قرآن مجید کے حکم سے انحراف نہیں کر سکتے، اُس کا درجہ کم نہیں کر سکتے، اسی طرح رسول ﷺ کے حکم سے بھی اختلاف اور انکار نہیں کر سکتے۔۔۔ ہمارے لیے لازم اور واجب ہونے اور اصلاً حجت ہونے میں قرآن مجید کے حکم اور رسول ﷺ کے حکم کی حجیت میں کوئی فرق نہیں۔ ان کا مرتبہ اور حیثیت اصلاً ایک ہی ہے۔

> اولی الامر سے اختلاف ہوسکتا ہے مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیئے گئے احکامات سے انکار اور اختلاف کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے

صرف ایک لحاظ سے ان کے درمیان فرق کریں گے اور وہ اُن کے رتبے اور درجے کا فرق ہے۔ جب اُن کے درمیان رتبہ بندی کریں گے تو قرآن مجید کا رتبہ اونچا ہے اور رسول ﷺ کی سنت کا درجہ قرآن مجید کے بعد ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا درجہ پہلے اور رسول ﷺ کا درجہ بعد میں ہے، اسی طرح قرآن مجید کا حکم پہلے اور رسول ﷺ کا حکم بعد میں ہے۔ اُن کے درمیان جب فرقِ مراتب کریں گے تو قرآن مجید پہلے آئے گا اور سنت بعد میں آئے گی مگر جب اصلِ حجیت کی بات کریں گے، اُس کی orignal capacity اور aouthonticity اور اُس کے حجت ہونے کی بات کی جائے گی تو انکار کی مجال نہ رہے گی اور اصلِ حجیت میں قرآن وسنت برابر ہوں گے۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ سنت رسول کی حجیت کو بھی وجوباً لزوماً، مطلقاً اور مستقلاً قبول کیا جائے گا۔

(۲) حدیث وسنت ہمیشہ قرآن کی مطابقت اور موافقت میں ہی ہوتی ہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم حدیث اور سنت کو حجت مانتے ہیں، بشرطیکہ قرآن مجید کے ساتھ اُس کی مطابقت اور موافقت ہو۔ یعنی شرطِ موافقت کے ساتھ حدیث کو حجت مانتے ہیں۔ یہ طرزِ فکر اور سوچ بھی ایک نیا فتنہ ہے اور کفر ہے۔ اس لیے کہ اطاعتِ رسول کا عطف اطاعتِ الٰہی پر قائم ہونے سے اس لغو موقف کی نفی ہو رہی ہے۔ اللہ رب العزت نے دونوں کے لیے واؤ عاطفہ کے ساتھ اَطِیْعُوا کا حکم الگ لگا کر ثابت کر دیا ہے کہ اس اطاعت کا مطلب یہ نہیں کہ اگر رسول ﷺ کی بات حکمِ الٰہی کے تابع ہو اور اس کے موافق ہو تو تب قبول کرو اور اگر اُس کی مطابقت میں نہ ہو تو قبول نہ کرو۔ ایسی سوچ رکھنا اس لیے کفر ہو جائے گا کہ ایسا کرنے سے اطاعتِ رسول کو اپنی الگ حیثیت (capacity) میں قبول نہیں کیا جا رہا بلکہ بشرطِ موافقت قبول کیا جا رہا ہے کہ اگر وہ قرآن مجید کے حکم کی موافقت میں ہے، تب اسے قبول کرنا ہے۔ اس صورت میں تو سنت حجت ہی نہ رہی اور اصلاً تو فقط قرآن ہی کی بات مان رہے ہیں۔ یعنی اصل تو حکمِ قرآن مجید کو حجت مان رہے ہیں اور حدیث کو اُس شرط پر مان رہے ہیں کہ اگر وہ قرآنی حکم کی موافقت پر ہو۔ پس اس صورت میں حدیث کی اپنی حیثیت میں کوئی حجیت اور وجوب و لزوم نہ رہا۔ اسی طرح یہ بھی سنتِ رسول کی حجیت کا انکار ہوا۔

اللہ رب العزت نے اپنے لیے اور رسول ﷺ کے لیے الگ الگ حکم اَطِیْعُوا لگا کر اور اطاعتِ رسول کا عطف اطاعتِ الٰہی پر قائم کر کے اور دونوں اطاعتوں کو الگ الگ بیان کر کے اُس فتنے کی جڑ کاٹ دی کہ کسی شخص کو اس بات کا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے

کہ رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث اور سنت قرآن کے موافق و مطابق ہے یا نہیں ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس فیصلے کا اختیار اس طرح کی سوچ رکھنے والے نے اپنے ہاتھ میں لے لیا کہ معاذ اللہ رسول ﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ میرا حکم قرآن مجید کے مطابق ہے یا مخالف ہے؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ، اللہ کے حکم اور قرآن کی عدمِ موافقت میں کیسے حکم دے سکتے ہیں۔۔۔؟ نہ جانے ان لوگوں نے یہ تصور کہاں سے لے لیا اور اس فتنہ اور گمراہی کو پھیلا رہے ہیں کہ اگر حکمِ رسول قرآن مجید کی موافقت میں ہے تو قبول کرو۔ سوال یہ ہے کہ یہ 'اگر' کہاں سے آ گیا۔۔۔؟ رسول ﷺ تو وہ ذات ہے جو اللہ کا حکم لے کر آتی ہے، قرآن مجید بھی اسی رسول ﷺ نے دیا اور سنت و حدیث بھی اسی رسول ﷺ نے دی، ان میں عدمِ موافقت یا تضاد کیسے ممکن ہے۔۔۔؟ یہ ہو ہی نہیں ہو سکتا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریعی حیثیت حدیث وسنت کی حجیت کو ثابت کرتی ہے

ایسی سوچ اس وقت جنم لیتی ہے جب بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ظاہراً قرآن مجید سے کچھ اور نظر آ رہا ہے اور حدیث رسول کو ہماری سمجھ کسی اور تناظر میں دیکھ رہی ہے اور ہم سمجھ رہے ہیں کہ حدیث کا یہ حکم قرآن کے حکم کے خلاف ہے، اس کے موافق نہیں۔ لہٰذا ہم اپنی سمجھ سے فیصلہ کر کے نتیجہ نکالتے ہیں کہ چونکہ یہ حدیث اور سنت قرآن مجید کے فلاں حکم کے خلاف ہے، لہٰذا اس حدیث کو ترک کر دو اور قرآن کو مانو۔ یہ سارا قضیہ 'اگر' اور 'چونکہ' کے اوپر مبنی ہے۔ دین میں ایسا کوئی 'اگر' اور 'چونکہ' نہیں ہے۔ یہ ہماری سمجھ کا نقص تھا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی حدیث کا اصل معنٰی و مراد نہیں سمجھے۔ قرآنی حکم اور حدیث میں مذکور حکم میں فرق کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) مجمل کی تفصیل

رسول اکرم ﷺ کی شان یہ ہے کہ قرآنی احکام اگر مجمل آئیں تو حضور علیہ السلام ان مجمل احکام کی تفصیل بھی بیان کرتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اس تفصیل کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے ہم سمجھیں کہ یہ قرآن اور حدیث کے حکم میں اختلاف ہے حالانکہ یہ اسی کی تفصیل تھی۔

(۲) عام کی تخصیص

اسی طرح کئی بار قرآن مجید کا حکم عام ہوتا ہے اور حضور علیہ السلام اپنی حدیث و سنت کے ذریعے اس حکم کو خاص کر دیتے ہیں۔ تخصیص العام قرآن کی وضاحتی امور میں سے ہے۔ قرآن مجید میں حکم عام تھا، آقا علیہ السلام نے اس کو مخصوص کر دیا اور ہم اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہ سمجھنے لگے کہ قرآن مجید نے تو عام حکم دیا تھا، حدیث اسے خاص کر رہی ہے لہٰذا (معاذ اللہ) یہ قرآن مجید کے حکم کے خلاف ہے، اس کو قبول نہ کرو۔ یہ ہماری سمجھ اور فہم کا نقص ہے، ورنہ یہ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی قرآن مجید سے عدمِ موافقت ہے بلکہ یہ تخصیص العام ہے۔ مثلاً: قرآن مجید نے کہا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ۔ (المائدة، ۵:۳)

”تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے۔“

مردار سے مراد وہ جانور یا پرندہ ہے جو اصلاً حلال ہے مگر شرعی طریقے سے ذبح کیے بغیر مر جائے۔ اس سے اصلاً حرام جانور مثلاً کتا یا خنزیر مراد نہیں ہے۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جسے ذبح کر کے کھائیں تو حلال ہے، مثلاً مرغی، بکرا، گائے وغیرہ، اگر ذبح کرنے سے پہلے یہ مر گیا تو یہ مردار ہے۔ قرآن مجید نے مردار کو حرام کر دیا اور اس میں کوئی استثناء نہیں دیا کہ فلاں چیز اگر ذبح کے بغیر مر جائے تو حلال ہے، ایسی کسی چیز کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں آیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس حکم میں سے مچھلی اور ٹڈی کو مستثنیٰ کر دیا۔ آقا علیہ السلام نے انھیں میتۃ (مردار) نہیں کہا۔ جب ہم مچھلی کو پکڑتے ہیں تو پھر اس کو ذبح نہیں کرتے بلکہ پانی سے نکلنے کے بعد وہ خود ہی کچھ دیر بعد مر جاتی ہے۔ حدیث و سنت کو حجت نہ ماننے والے بھی بڑے شوق سے مچھلی کھاتے ہیں، اگر ان کے بقول صرف قرآن مجید کافی ہے تو قرآن مجید نے تو بلا استثناء ہر مردار کو حرام کہا ہے تو وہ مچھلی کھانا ہی چھوڑ دیں۔ یہ حرام کیوں کھاتے ہیں؟ جب قرآن نے ہر مردار کو بغیر کسی استثناء کے حرام کیا ہے تو مچھلی کو کس نے بغیر ذبح کے حلال کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسے رسول اکرم ﷺ نے حلال کیا ہے۔ یہ تخصیص العام ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی تشریعی حیثیت سے ایک عام حکم میں سے مچھلی کو خاص کرتے ہوئے استثناء عطا فرما دیا۔

اسی طرح قرآن میں گدھے کے حرام ہونے کا ذکر کہیں نہیں آیا۔ محض قرآن کو حجت سمجھنے والے کوئی ایک آیت بتا دیں جہاں گدھے کو حرام کہا گیا ہو۔ اگر صرف

قرآن مجید حجت ہے تو قرآن نے تو گدھے کو حرام نہیں کہا لہذا وہ گدھا بھی کھانا شروع کر دیں۔ گدھے کو کھانا آقا علیہ السلام نے حرام فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ خیبر کے دن لوگ گدھے پکا رہے تھے کہ آقا علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اعلان کر دو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے آج سے گدھا تمہارے اوپر حرام کر دیا ہے۔ پس اب وہ قیامت تک حرام ہے۔ اگر حضور علیہ السلام کی حدیث حجت نہیں اور صرف قرآن مجید سے حکم لینا ہے تو مچھلی کھانا چھوڑ دو اور گدھے کھانا شروع کر دو، اس لیے کہ مچھلی کو حدیثِ رسول نے حلال کہا ہے اور گدھے کو حدیثِ رسول نے ہی حرام قرار دیا ہے۔

اس طرح کئی چیزیں ہیں، جنہیں قرآن مجید نے حرام نہیں کہا بلکہ آقا علیہ السلام نے ان کو الگ سے حرام فرمایا اور ہم حضور علیہ السلام کی حرام کردہ ان اشیاء کو نہیں کھاتے۔

(۳) تشریحِ احکام

کبھی حدیث و سنتِ رسول تشریحِ احکام میں وارد ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں کوئی حکم آیا مگر اُس کی تفصیل نہیں آئی، مثلاً: قرآن مجید میں حکم ہے کہ اقیموا الصلوۃ نماز قائم کرو۔ مگر نماز قائم کس طرح کرنی ہے، اس کی کوئی تفصیل قرآن مجید میں نہیں آئی؟ نماز جس ہیت اور طریقہ پر ہم ادا کرتے ہیں، وہ بھی قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے، اس کی ادائیگی کا طریق ہمیں حدیث وسنت رسول ﷺ ہی سے ملتا ہے۔ اسی طرح اگر حدیث و سنت کی حجیت نہ مانیں تو ہم نہ روزہ رکھ سکتے ہیں، نہ حج اور عمرہ کر سکتے ہیں، نہ قربانی کے کامل احکام ادا کر سکتے ہیں اور نہ حلال و حرام کے باقی احکام پر عمل ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ ان تمام کی عملی رہنمائی حدیث و سنت سے ہی میسر آتی ہے۔ اگر حدیث و سنت کو حجت نہیں مانیں گے تو قرآنی احکامات پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

(۴) استثناء

آقا علیہ السلام اپنے فرامین کے ذریعے کبھی احکام کی تشریح فرماتے، کبھی مطلق کی تقیید فرماتے، کبھی عام کی تخصیص فرماتے، کبھی مجمل کی تفصیل فرماتے، کبھی اصول کی تفریع (فرع) بیان کرتے، کبھی عموم کا استثناء کرتے اور کبھی ایسے احکام کی تصریح فرماتے جن کا ذکر ہی قرآن مجید میں نہیں آیا۔ مثلاً: مردوں پر ریشم پہننا حرام ہے۔ قرآن

مجید نے اسے بیان ہی نہیں کیا۔ اسے آقا علیہ السلام نے ہی حرام کیا اور آقا علیہ السلام نے ہی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امراض کے پیش نظر انھیں اسے پہننے کی اجازت بھی دی۔

اسی طرح اگر کوئی روزہ رکھ کر توڑ بیٹھے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ساٹھ روزے رکھے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا غلام آزاد کرے۔ روزہ توڑنے کے اس کفارہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ یہ حدیث و سنتِ رسول سے ثابت ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ صرف قرآن مجید کافی ہے، سنت و حدیث حجت نہیں اور احکام و شریعت صرف قرآن مجید سے ملتی ہے تو پھر وہ روزہ کے کفارہ کے بارے میں رہنمائی کہاں سے لائے گا؟

ہم روزمرہ زندگی سے اس کی کئی مثالیں لے سکتے ہیں کہ جن میں ہم کبھی حدیث مبارک کے مطابق عمل کرتے ہوئے استثناء اور کبھی تخصیص العام کے حکم پر عمل پیرا ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث و سنت کبھی قرآن مجید کی عدمِ موافقت میں نہیں ہوتی بلکہ وہ قرآن کی شرح ہوتی ہے۔

پس بعض وہ احکام جو قرآن میں منصوص نہیں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تصریح فرماتے۔ کبھی قرآنی حکم کے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اضافتاً ارشاد فرماتے تاکہ اہداف و مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔ قرآن مجید میں کبھی مطلق حکم آتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مقید کر دیتے ہیں۔ کبھی قرآن کا حکم مجمل تھا تو حدیث اس کی تفصیل بیان کرتی ہے، کبھی قرآن کا حکم عام تھا تو حدیث نے تخصیص کر دی یا یا استثناء آگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی تشریعی و تشریحی حیثیت کے پیشِ نظر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔

”اور (اے نبیِ مکرّم!) ہم نے آپ کی طرف ذکرِ عظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں۔“ (النحل، ۱۶:۴۴)

اگر قرآن مجید بذاتِ خود ہر شخص کے لیے واضح ہوتا اور ہر ایک کو قرآن کا ہر حکم، ہر آیت اور ہر معنٰی و مراد سمجھ آجاتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم نہ دیا جاتا۔ صرف یہ کہا جاتا کہ ہم نے قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کر دیا ہے اور لوگوں کو سمجھنے کے لیے یہ خود کافی ہے۔ قرآن مجید نے الحمد سے والناس تک کہیں ایسا نہیں کہا۔ قرآن مجید پڑھنے اور نصیحت کے لیے آسان ہے: مگر قرآنی احکام، قرآنی عقائد اور قرآنی علوم کی تفہیم کے لیے فرمایا: لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔ یعنی جو ان کی طرف نازل ہوا، اس کی وضاحت کرنا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے۔ قرآن

مجید میں بے شمار احکام، قصص، تذکیرِ آخرت، وعظ و نصیحت، عقائد اور اصولِ عامہ بیان ہوئے ہیں مگر قرآن مجید ان کی تفصیلات، تبیین، فروعات اور باریک باریک باتوں کی وضاحت میں نہیں جاتا بلکہ اس ضمن میں صرف اصولی باتیں کرتا ہے۔ قرآن مجید نے بنیادیں اور اصولی چیزیں دے دیں اور ان ساروں کی تفصیلات، تفریعات، تشریحات، تعبیرات اور اطلاقات چھوڑ دیئے اور فرمایا: میرے محبوب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قرآن اتارا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر میری وحی کا منشاء کوئی نہیں جانتا، یہ سارے کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں گے۔ پس اس حکمِ خداوندی کی اتباع میں وہ سارے کام جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیے، انھیں حدیث و سنت کہتے ہیں۔

پس حدیث و سنت؛ قرآن کی تشریح، تعبیر، معنٰی کی تعیین، تفصیل اور تفریع بن گئی۔ اسی طرح حدیث و سنت؛ قرآنی احکام میں سے بعض کی تقیید، تخصیص، استثناء اور مقاصد کی تکمیل بن گئی۔ جو کچھ احادیثِ نبوی میں ہے، عین ممکن ہے کہ ظاہر بین کو اس میں اور قرآن مجید کی نص میں فرق نظر آئے مگر اسے یہ سمجھ نہیں کہ قرآن مجید میں جو چیز مبہم تھی، اسی کو حدیث و سنت میں سمجھایا جا رہا ہے، اس کے اصول کی تشریح ہو رہی ہے اور اس میں مزید اضافہ کر کے لوگوں کے لیے آسانی پیدا کی جا رہی ہے۔ اس لیے کہ یہ حضور علیہ السلام کا مقام اور منصب ہے۔ پس قرآن مجید کے حجت ہونے پر عمل ہی نہیں ہو سکتا، جب تک حدیث و سنتِ نبوی کی حجیت پر کامل ایمان اور عمل نہ ہو۔

المختصر یہ کہ اپنے ناقص علم کی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حدیث و قرآن میں تضاد اور مخالفت آگئی ہے اور ان میں مطابقت نہیں رہی، یہ سوچ سراسر غلط اور کفر ہے۔ یاد رکھیں! آقا علیہ السلام سے بہتر قرآن مجید کا منشاء کوئی نہیں جانتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا علیہ السلام پر دو قسموں کی وحی اترتی تھی:

ایک وحی لفظاً اور معناً جبرائیل امین لے کر اترتے تھے، یہ قرآن مجید ہے اور دوسری وحی آقا علیہ السلام کے قلبِ اطہر اور روحِ مبارک پر فقط معنٰی کی صورت میں القاء ہوتی تھی، آقا علیہ السلام اسے سمجھ لیتے اور اپنے الفاظ میں بیان کرتے۔ یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہوتے تھے، یہ حدیث اور سنت ہے مگر یہ بھی وحی ہوتی تھی۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ وحی جس ذات پر اترتی تھی، ان سے بہتر قرآنی وحی کے منشاء کو اور کون جانتا ہے؟ لہٰذا آقا علیہ السلام جو بھی ارشاد فرمائیں، وہ قرآن مجید کی مطابقت اور موافقت میں ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے اصل منشاء کی وضاحت فرما رہے ہیں، اس کی شرح کر رہے ہیں اور اس کی عملی تطبیق عطا فرما رہے ہیں۔

آپ کے فقہی مسائل

روزہ: اہمیت و فضیلت

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، زیرِ نگرانی: مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

روزہ ایک بدنی عبادت ہے اور تزکیۂ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ شَيْئٍ زَكَاةٌ وَ زَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ. (ابن ماجه، كتاب الصيام، باب فى الصوم زكاة الجسد، ۲: ۳۶۱، رقم: ۱۷۴۵)

"ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے۔"

روزہ ایک مخفی اور خاموش عبادت ہے جو نمود و نمائش سے پاک ہے۔ روزہ دار کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللهِ بَعَّدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (بخاری، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب فضل الصوم فى سبيل الله، ۳: ۱۰۴۴، رقم: ۲۶۸۵)

"جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال (کی مسافت سے) دور کر دیتا ہے۔"

روزہ کی فرضیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرة، ۲: ۱۸۳)

"اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔"

مذکورآیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔انسائیکلوپیڈیا آف جیوز میں لکھا ہوا ہے:

یہودی اور عیسائی روزہ بطور کفارہ گناہ یا توبہ کی خاطر یا پھر ان سے بھی تنگ تر مقاصد کے لئے رکھتے تھے اور ان کا روزہ محض رسمی نوعیت کا ہوتا تھا، یا پھر قدیم تر ایام میں روزہ ماتم کے نشان کے طور پر رکھا جاتا تھا۔یعنی ان لوگوں نے روزے کی اصل مقصدیت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اسے اپنے مخصوص مفادات کے ساتھ وابستہ کرلیا تھا مگر اسلام نے انسانیت کو روزے کے بامقصد اور تربیتی نظام سے آشنا کیا۔

یہ اسلام ہی ہے جس نے مسلمانوں کو روزے پر وسیع دائرہ ہائے کار اور بلند اغراض و مقاصد عطا کئے۔ زندگی کی وہ تمام تمنائیں اور خواہشات جو عام طور پر جائز ہیں روزہ میں ان پر بھی کچھ عرصہ کے لئے پابندی عائد کردی جاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ہر اطاعت گزار اُمتی ان پابندیوں کو دلی رغبت و مسرت کے ساتھ اپنے اوپر عائد کرلیتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ جسم و روح دونوں کے لئے مفید ہے۔

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلف بھی مختلف طبقات ہیں۔ مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا، ہندوؤں میں برہمن اور یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی مکلف ہیں، جبکہ ان کے اوقاتِ روزہ میں بھی اختلاف اور افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ لیکن اسلام کے پلیٹ فارم پر دنیا کے ہر خطے میں رہنے والے عاقل، بالغ اور مسلمان مرد و عورت کے لئے ایک ہی وقت میں ماہِ رمضان کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔

روزہ ایک جامع اور ہمہ جہتی عبادت ہے۔ روزہ سے ہمیں اطاعت الٰہی، تزکیۂ نفس، اخوت اور ہمدردی کا سبق ملتا ہے مثلاً روزہ دار اللہ تعالیٰ کے حکم سے حالتِ روزہ میں ایک خاص وقت پر کھانے پینے اور جائز خواہشات سے رک جاتا ہے۔ اپنی ایسی بنیادی ضروریات کو اطاعت الٰہی کی خاطر اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے جن کو پورا کرنا دوسرے اوقات میں نہ صرف جائز بلکہ فرض ہوتا ہے۔ روزہ ہمارے اندر یہ بات راسخ کردیتا ہے کہ اصل چیز اطاعتِ الٰہی ہے اور یہ کہ صرف حکم الٰہی ہی کسی چیز کے درست اور غلط ہونے کے لئے آخری سند ہے اور حق بندگی کا یہ سبق ہمیں روزہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح غریبوں کی تکلیفوں، ان کے فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا احساس بھی حالتِ روزہ میں ہوتا ہے۔ جب روزہ دار خود سارا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اس کے اندر ایسے لوگوں کے بارے میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو مستقل فقر و فاقہ سے دوچار رہتے ہیں چنانچہ روزہ دار اپنی بساط کے مطابق ان کے دکھوں کا مداوا اور ان کی تکلیفوں کو دور کرنے میں تعاون کرتا ہے۔ اس لئے مومنوں کا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب مسلمان نفس واحد کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ میں درد ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔

روزے کے باطنی و روحانی فوائد

روزے کے باطنی اور روحانی فوائد درج ذیل ہیں:

۱۔ روزہ ضعیف روح اور بیمار قلب کے لئے ایک ایسی مجرب دوا ہے جس کے استعمال سے خصوصاً روح میں تقویت و شادابی اور تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح بندے کی طبیعت نیکیوں کی طرف مائل ہونے لگتی اور برائیوں کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ روزہ صائم کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ حدود اللہ اور احکامِ الٰہی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال کر ایک کامیاب دینی زندگی گزار سکے۔

۳۔ روزہ دین کے ہر معاملے میں صائم کے اندر صبر و ثبات کی خوبیاں پیدا کرتا ہے جو اسے دین پر قائم رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف نہیں کرنے دیتیں۔

۴۔ روزہ کی وجہ سے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن جیسے پاکیزہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

۵۔ روزہ دار کو آخرت میں اس نعمت غیر مترقبہ سے نوازا جائے گا۔ جس کے حصول کے لئے شہید بار بار اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی آرزو کرے گ۔ روزہ گناہوں اور آگ سے حفاظت کا سبب بنتا ہے۔

۶۔ روح اور باطن کو ہر قسم کی آلائشوں سے مزکّٰی اور مصفّٰی کرنے کے لئے روزے سے بہتر اور کوئی عمل نہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن کی ایک نیکی کا اجر 10 گنا سے بڑھا کر 700 گنا تک عطا فرماتا ہے۔ روزے کی جزا خود باری تعالیٰ دیتے ہیں۔

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ مَاشَاءَ اللهُ، يَقُولُ اللهُ: إِلاَّ الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَ أَنَا أَجْزِي بِهِ. (ابن ماجه، السنن، كتاب الصيام، باب ما جاء فی فضل الصیام، ۲: ۳۰۵، رقم: ۱۶۳۸)

”بنی آدم کو ہر نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک عطا کیا جاتا ہے، جتنا اللہ چاہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سوائے روزہ کے، کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“

روزہ کی حفاظت کیسے ممکن ہے؟

اگر روزہ کو پورے احکام و آداب کی مکمل رعیت کے ساتھ پورا کیا جائے تو بلاشبہ گناہوں سے

محفوظ رہنا آسان ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر کسی نے روزہ کے لوازم کا خیال نہ کیا اور گناہوں میں مشغول رہتے ہوئے روزہ کی نیت کی کھانے پینے، خواہش نفسانی سے باز رہا لیکن حرام کمانے اور غیبت کرنے سے باز نہ یا تو اس سے فرض ادا ہو جائے گا، مگر روزہ کے برکات و ثمرات سے محرومی رہے گی۔

شرع کی رو سے روزہ کی حالت میں غیبت، جھوٹ، فحش کلامی کسی طور بھی جائز نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔ روزہ فرض کرنے کا مقصد صرف روزہ دار کا بھوکا، پیاسا رہنا کافی نہیں ہے بلکہ دنیاوی لذتوں کی خواہشات اور برے اعمال مثلاً جھوٹ بولنا، فحش کلامی کرنا اور غیبت سے بچنا بھی ضروری ہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا.

(نسائی، السنن، ۱: ۱۶۷، رقم: ۲۲۳۳)

”روزہ ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ. وَ شَرَابَهُ۔ (بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم، ۲: ۶۷۳، الرقم: ۱۸۰۴)

”جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹی بات اور غلط کام نہ چھوڑے تو اللہ کو کچھ حاجت نہیں کہ وہ (گناہوں کو چھوڑے بغیر) محض کھانا پینا چھوڑ دے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک دن روزہ رکھیں اور جب تک میں اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی روزہ افطار نہ کرے۔ لوگوں نے روزہ رکھ۔ جب شام ہوئی تو ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی: میں سارے دن روزے سے رہا ہوں، آپ مجھے افطار کی اجازت دیں، آپ نے اس

کو افطار کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر ایک شخص حاضر ہو۔ اور اس نے عرض کیا آپ کے گھر کی دو کنیزیں صبح سے روزے سے ہیں، آپ انہیں بھی افطار کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے اعراض کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان کا روزہ نہیں ہے، ان لوگوں کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتے رہے ہوں، جاؤ انہیں جا کر کہو اگر وہ روزہ دار ہیں تو قے کریں، انہوں نے قے کی تو ہر ایک سے جما ہوا خون نکل۔ اس شخص نے جا کر حضور نبی اکرم ﷺ کو خبر دی، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ مر جاتیں اور وہ جما ہوا خون ان میں باقی رہ جاتا تو دونوں کو دوزخ کی آگ کھاتی۔

(طیالسی، المسند، ۱: ۲۸۲، رقم: ۲۱۰۷)

پس مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کھانا پینا اور جنسی تعلقات چھوڑنے ہی سے روزہ کامل نہیں ہوتا بلکہ روزہ کی حالت میں فواحش، منکرات اور ہر طرح کے گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے۔ روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا، غیبت کرنا اور فحش کلامی کرنا ممنوع ہے۔ ان امورِ رذیلہ سے اس لے ممانعت کی گئی کہ ان سے روزہ رکھنے کا مقصد ختم ہو جاتا ہے اور روزہ دار، روزہ کے برکات و ثمرات سے محروم رہتا ہے۔

ان احادیثِ مبارکہ سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

۱۔ روزہ دار روزہ رکھ کر جھوٹ، غیبت، چغلی اور بد کلامی سے پرہیز کرے۔

۲۔ آنکھ کو مذموم و مکروہ اور ہر اس چیز سے بچائے جو یادِ الٰہی سے غافل کرتی ہو۔

۳۔ کان کو ہر ناجائز آواز سننے سے بچائے۔ اگر کسی مجلس میں غیبت ہوتی ہو تو انہیں منع کرے ورنہ وہاں سے اُٹھ جائے حدیث میں ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

۴۔ بوقت افطار اتنا نہ کھائے کہ پیٹ تن جائے۔

۵۔ افطار کے بعد دل خوف اور امید کے درمیان رہے کیا معلوم کہ اسکا روزہ قبول ہوا یا نہیں لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

پس اعضاء کو گناہوں سے بچانا ہی درحقیقت روزہ کی حفاظت ہے۔

رمضان المبارک میں ملنے والے تحائف

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ تحفے ملے ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے:

۱۔ أَمَّا وَاحِدَةٌ فَإِنَّهُ إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَظَرَ اللهُ تَعَالٰی عزوجل إِلَيْهِمْ وَمَنْ نَظَرَ اللهُ إِلَيْهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ أَبَدًا.

’’پہلا یہ کہ جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظرِ التفات فرماتا ہے اور جس پر اللہ کی نظر پڑ جائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔‘‘

۲۔ وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَإِنَّ خُلُوفَ أَفْوَاهِهِمْ حِيْنَ يُمْسُوْنَ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ.

’’دوسرا یہ کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہے۔‘‘

۳۔ وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ.

’’تیسرا یہ کہ فرشتے ہر دن اور رات ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔‘‘

۴۔ وَأَمَّا الرَّابِعَةُ فَإِنَّ اللهَ عزوجل يَأْمُرُ جَنَّتَهُ فَيَقُوْلُ لَهَا: اسْتَعِدِّي وَتَزَيَّنِي لِعِبَادِي أَوْشَكُوْا أَنْ يَسْتَرِيْحُوْا مِنْ تَعَبِ الدُّنْيَا إِلَى دَارِي وَكَرَامَتِي.

’’چوتھا یہ کہ اللہ عزوجل اپنی جنت کو حکم دیتے ہوئے کہتا ہے: میرے بندوں کے لئے تیاری کر لے اور مزین ہو جا، قریب ہے کہ وہ دنیا کی تھکاوٹ سے میرے گھر اور میرے دارِ رحمت میں پہنچ کر آرام حاصل کریں۔‘‘

۵۔ وَأَمَّا الْخَامِسَةُ فَإِنَّهُ إِذَا كَانَ آخِرُ لَيْلَةٍ غُفِرَ لَهُمْ جَمِيْعًا.

’’پانچواں یہ کہ جب (رمضان کی) آخری رات ہوتی ہے ان سب کو بخش دیا جاتا ہے۔‘‘

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ فَقَالَ: لَا، أَلَمْ تَرَ إِلَى الْعُمَّالِ يَعْمَلُوْنَ فَإِذَا فَرَغُوْا مِنْ أَعْمَالِهِمْ وُفُّوْا أُجُوْرَهُمْ؟

(بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۳۰۳، رقم: ۳۶۰۳)

(منذري، الترغيب والترهيب، ۲: ۵۶، رقم: ۱۴۷۷)

’’ایک صحابی نے عرض کیا: کیا یہ شبِ قدر کو ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ جب مزدور کام سے فارغ ہو جاتے ہیں تب انہیں مزدوری دی جاتی ہے؟‘‘

رمضان المبارک میں قیام اللیل کی فضیلت

رمضان المبارک میں قیام اللیل کو بہت اہمیت و فضیلت حاصل ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کی راتوں میں تواتر و کثرت کے ساتھ نماز، تسبیح و

تہلیل اور قرات قرآن میں مشغول رہتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةٍ، و يَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا، غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الصوم، باب الترغیب فی قیام رمضان وما جاء فیہ من الفضل، ۲: ۱۶۱، رقم: ۸۰۸)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو فرضیت کے بغیر قیامِ رمضان کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: جس شخص نے ایمان اور احتساب (محاسبۂ نفس کرنے) کے ساتھ رمضان کی راتوں میں قیام کیا اس کے پچھلے سارے (صغیرہ) گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔‘‘

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں قیام کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ رمضان میں نمازِ تراویح بھی قیام اللیل کی ایک اہم کڑی ہے جسے قیام رمضان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نمازِ تراویح کے سبب جتنا قیام اس مہینے میں کیا جاتا ہے وہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں نہیں ہوتا۔ اس سے منشاء ایزدی یہ ہے کہ بندہ رمضان المبارک کی راتوں کو زیادہ سے زیادہ اس کے حضور عبادت اور ذکر و فکر میں گزارے اور اس کی رضا کا سامان مہیا کرے۔ اس لئے کہ رمضان کی بابرکت راتیں شب بیداری کا تقاضا کرتی ہیں کیونکہ روایات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی راتوں کو آسمان دنیا پر نزولِ اجلال فرما کر اپنے بندوں کو تین مرتبہ ندا دیتا ہے۔

هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ سُؤْلَهُ، هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَأَتُوْبَ عَلَيْهِ؟ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَلَهُ۔

(بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۳۳۵، رقم: ۳۶۹۵)

’’کیا کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اس کی حاجت پوری کروں، کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔‘‘

رحمت پروردگار رمضان المبارک کی راتوں میں سب کو اپنے دامنِ عفو و کرم میں آنے کی دعوت دیتی ہے۔ شومیٔ قسمت کہ انسان رحمت طلبی اور مغفرت جوئی کی بجائے رات کی ان گراں بہا ساعتوں کو خواب غفلت کی نذر کر دیتا ہے جبکہ رب کی رحمت اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پکارتی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

یوں بد نصیب انسان غفلت کی نیند تانے یہ ساعتیں گزار دیتا ہے۔ اور رحمتِ ایزدی سے اپنا حصہ وصول نہیں کرتا۔

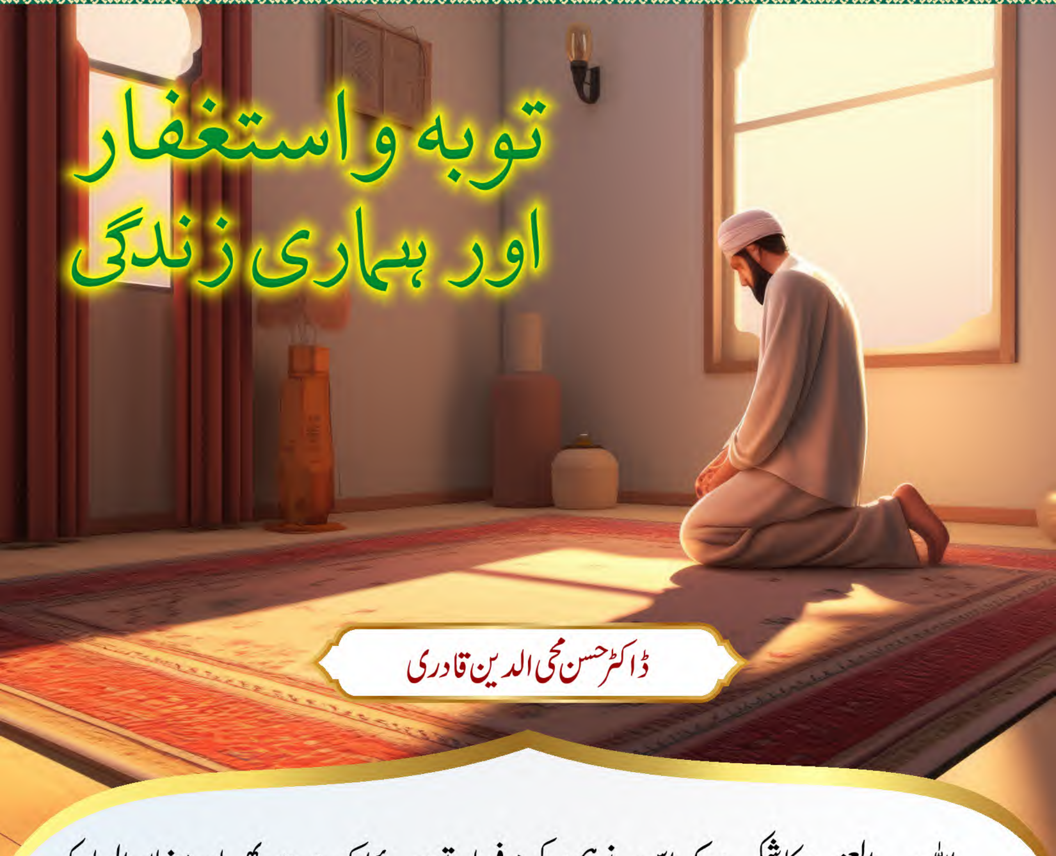

توبہ و استغفار اور ہماری زندگی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے ہم پر کرم فرماتے ہوئے ایک مرتبہ پھر ماہِ رمضان المبارک کے یہ بابرکت دن اور راتیں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے اور صدقے سے ہمیں عطا فرمائیں۔ اللہ رب العزت کی ذات کتنی مہربان ہے کہ وہ اپنے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کے امتیوں کے لیے اِن مبارک ایام کو بار بار لے آتی ہے تاکہ ہم اپنے گناہوں پر پچھتاتے ہوئے، ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے اور اپنے اعمالِ سیئہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اللہ کے حضور مغفرت طلب کریں۔ اللہ رب العزت کی ذات کتنی غفور ورحیم ہے کہ وہ سارا سال کبھی رمضان المبارک کی شکل میں، کبھی محرم الحرام کی شکل میں، کبھی اپنے محبوب ﷺ کے مقدس ماہِ ولادت کی شکل میں، کبھی رجب کی شکل میں، کبھی شب برأت کی شکل میں اور کبھی ذوالحجہ کی شکل میں کوئی نہ کوئی موقع ضرور عطا کرتی ہے تاکہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو بھولا ہوا سبق یاد آجائے اور ان مبارک ایام میں ذکر و اذکار اور تعلیماتِ اسلام ان کے کانوں میں رس گھولتے ہوئے ان کے دل کے دریچوں میں سرایت کر جائیں اور انھیں عالمِ ارواح میں سیکھا ہوا وہ سبق دوبارہ یاد آجائے جو وہ بھول چکے ہیں اور ان کی کایا بدل جائے۔

عالمِ ارواح میں ارواح پیار، محبت اور مؤدت کا پیکر تھیں۔ وہاں وہ ایک دوسرے کو پہچانتی تھیں اور ایک دوسرے کی قربت میں بیٹھتی تھیں۔ وہ جمعہ کے روز جمع ہو کر اللہ کے انوار و تجلیات کی بارشوں

سے سیراب ہوتیں اور مالائے اعلیٰ کے فیوضات سے مستفیض ہوتی تھیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے:

الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف۔

"روحوں کے جھنڈ کے جھنڈ الگ الگ تھے۔ پھر وہاں جن روحوں میں آپس میں پہچان تھی، ان میں یہاں بھی محبت ہوتی ہے اور جو وہاں غیر تھیں یہاں بھی وہ خلاف رہتی ہیں۔" (صحیح بخاری، کِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابٌ: الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، الرقم: ۳۳۳۶)

آقا علیہ السلام کے اس فرمان کے مطابق اگر عالمِ ارواح میں روحیں مل جل کر کے رہا کرتی تھیں اور گروہوں اور کنبوں کی صورت میں رہتی تھیں تو لازماً وہاں بھی کوئی منہج تو ہوگا جو انہیں آپس میں جوڑے رکھتا ہوگا۔ کسی نہ کسی مشترکہ قدر کے سبب یا کسی اعلیٰ روح کی صحبتوں میں وہ بیٹھتی ہوں گی۔ عالم ارواح میں جو روحیں ایک دوسرے کو پہچان گئیں اور ایک دوسرے کی معرفت حاصل کرپائیں تو وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے جڑ گئیں اور جن کی وہاں آپس میں پہچان نہ ہوسکی، یہاں بھی پہچان نہ ہوسکی۔ معلوم ہوا کہ یہ رشتے یہاں سے نہیں بلکہ وہاں سے جڑے ہیں۔۔۔ یہ دل یہاں سے نہیں بلکہ وہاں سے ملے ہوئے ہیں۔ دنیا میں آکر ایک دوسرے کو مسکراتے ہوئے چہرے سے تکنا، ایک دوسرے کی صحبت اور محبت میں رہنا اور ایک دوسرے سے جڑے رہنا، یہ سلسلہ اس دنیا کا نہیں بلکہ عالمِ ارواح سے متعلق ہے۔

اس ناسوتی دنیا میں انسان کو بشریت کا لبادہ پہنانے سے قبل کے بارے میں اللہ رب العزت کے ساتھ فرشتوں اور شیطان کے ایک مکالمہ کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ اَبٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ۔ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ۔ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۔ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔ (الحجر، ۱۵: ۲۸۔۴۰)

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو بدبودار اور بجتی ہوئی مٹی سے بنانے والا ہوں۔ میں جب اس کا وجود مناسب طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچادوں گا اور پھر اپنی شان کے مطابق اس میں اپنی روح پھونکوں گا تو تم اسے سجدہ کرنا۔ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کے حکم کی تعمیل میں سجدہ کیا

جبکہ ابلیس کی نگاہ صرف مادیت پر رہی اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجتاً اُسے مردود قرار دے دیا گیا۔ جو عاجزی اور انکساری کا پیکر بن کر اللہ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کر گئے، انہیں ان کی شان کے ساتھ اللہ نے برقرار رکھا گیا جبکہ منکر کو مردود کہہ کر اپنی بارگاہ سے محروم کر دیا۔

اللہ کی بارگاہ سے دھتکارے جانے کے بعد شیطان رُکا نہیں بلکہ سرکشی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ میں بھی اب آرام سے نہیں بیٹھوں گا بلکہ تیرے بندوں کے راستے پر گھات لگا کر بیٹھ جاؤں گا، انہیں ورغلاؤں گا، گمراہ کروں گا، ظلم و فساد میں مبتلا کروں گا، ان کے دلوں میں دراڑ پیدا کروں گا، جڑے ہوؤں کو توڑوں گا اور جو ٹوٹ گئے ہوں گے انہیں اور پھوڑتا چلا جاؤں گا۔ میں اُن پر ایسی ایسی جگہوں سے وار کروں گا کہ وہ مجھے دیکھ بھی نہیں پائیں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی اس گھات کے حوالے سے فرمایا:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔ (الاعراف، ۷: ۲۷)

” بے شک وہ (خود) اور اس کا قبیلہ تمہیں (ایسی ایسی جگہوں سے) دیکھتا (رہتا) ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔“

شیطان اپنے پے درپے حملوں کے بارے میں خود آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۔ (الاعراف، ۷: ۱۷)

” پھر میں یقیناً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا، اور (نتیجتاً) تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔“

اس آیت میں اس بات کا واضح ذکر ہے کہ شیطان بھی انسان کی سرشت اور فطرت سے بہ خوبی واقف تھا، اسی وجہ سے وہ کہہ رہا ہے کہ اکثر لوگ اللہ کے شکر گزار نہیں ہوں گے۔ کیونکہ انسان جس مٹی سے بنایا گیا ہے، اس کی جبلت میں ناشکری اور بے صبری ہے۔

شیطان نے اللہ کی بارگاہ میں اتنا بڑا چیلنج کرنے اور پے درپے مختلف صورتوں اور جگہوں سے حملے کرنے کے اعلان کے بعد اپنے حملوں سے بچ جانے والوں کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ میرے اس قدر شدید حملوں سے صرف وہی لوگ بچ پائیں گے جو:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ (الحجر، ۱۵: ۴۰)

” سوائے تیرے ان برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پاچکے ہیں۔“

گویا شیطان بھی اس امر کا اقرار کر رہا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کی خاص حفاظت میں ہوں گے۔ وہ اِن

شیطانی حملوں سے محفوظ رہیں گے۔ معلوم ہوا کہ اگر اس دنیا میں شیطان اور اس کے چیلے برسرِ پیکار ہیں تو رحمانی قوتیں بھی اس کے مقابلے میں موجود ہوں گی۔

گویا شیطان اگر اپنی شیطانی طاقت استعمال کررہا ہے تو رحمٰن اپنی رحمانی طاقت استعمال کررہا ہے۔ شیطان ورغلاتا رہے گا جبکہ اللہ بچاتا رہے گا۔۔۔ شیطان گمراہ کرتا رہے گا جبکہ اللہ واپس سیدھے راستے پر لاتا رہے گا۔۔۔ شیطان گنہگار کرتا رہے گا جبکہ اللہ رمضان المبارک اور اس جیسے دوسرے لمحات کے ذریعے مغفرت کے مواقع عطا کرتا رہے گا۔

شیطان کہتا ہے کہ میں ان پر حملے کروں گا مگر ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی روحانی طاقت کے بل بوتے پر میرے حملوں سے بچ جائیں مگر میں پھر بھی ان کی تاک میں رہوں گا۔ اگر وہ میرے ظاہری حملوں سے بچ جائیں گے تو میں اُن کے سافٹ ویئر یعنی قلوب واذہان میں وائرس ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔

”جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔“ (الناس، ۱۱۴: ۵۔۶)

یہ وساوس روحانی وائرس ہیں جو ہمارے اذہان اور قلوب کو پراگندہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ ان وساوس کے ذریعے ہمارے آپس کے تعلقات کو خراب کرنے اور ہماری معاشرتی، انفرادی اور عائلی زندگی کو تباہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتا رہتا ہے۔ وہ ہمارے اندر نفاق اور دوری پیدا کرنے اور ہمیں ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے مصروفِ عمل رہتا ہے۔ مگر اسے اس بات کی خبر نہیں کہ جو مخلصین ہو جاتے ہیں، اُن کے سافٹ ویئر یعنی قلوب واذہان میں اس وائرس کو ختم کرنے والے اینٹی وائرس بھی موجود ہوتے ہیں۔

جب شیطان کے داخل کیے گئے وائرس یعنی وساوس بھی ناکام ہو جائیں گے تو وہ اس سافٹ ویئر یعنی قلوب واذہان میں موجود روحانیت و معرفت کے خزانہ کو کرپٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ والے اللہ کی دی ہوئی طاقت وقدرت سے شیطان کے ان حملوں کو بھی ناکام بنادیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ (الشمس، ۹۱: ۹)

”بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو و نما کی)۔“

یعنی ہم نے تزکیہ وتصفیہ کے ذریعے فلاح عطا کرنے کا نظام بھی قائم کر رکھا ہے۔ اگر توڑنے والے موجود ہیں تو ہم نے جوڑنے والے بھی پیدا کیے ہیں۔ اگر روحانی سافٹ ویئر کو کرپٹ کرنے کی کوشش

کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے منہاج القرآن اور دیگر روحانی نسبتوں کے ذریعے نہ صرف اس روحانی سافٹ ویئر کو بچانے بلکہ روحانی fire wall لگانے کا بھی اہتمام فرمار کھا ہے۔

شیطان اس سافٹ ویئر کو کرپٹ کرنے کی لاکھ کوشش کرتا ہے لیکن اس سافٹ ویئر کے گرد لگا ہوا Fire wall ہمیشہ اس کی اور اس سے منسلک Systems کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ جب بندہ تائب ہو کر اللہ کے حضور ندامت سے گڑگڑاتے ہوئے روپڑتا ہے تو اللہ اسے کچھ ایسی طاقت عطا کر دیتا ہے کہ پھر شیطان اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود کچھ بھی نہیں کر پاتا۔

عالمِ ارواح میں جو نظام موجود تھا، وہ عالمِ اجساد میں بھی منتقل ہو گیا ہے۔ وہاں روحیں دوسری روحوں کو سنتی اور اُن کو مانتی تھیں جبکہ یہاں جب قلب؛ روح کی سنتا ہے اور مانتا ہے تو روح؛ قلب پر غالب آجاتا ہے۔ جب دل؛ روح کی سنتا ہے تو پھر دل؛ روح کا روحانی پیغام دماغ کی طرف لے جاتا ہے اور پھر دماغ بھی روحانی و عرفانی ہو جاتا ہے۔

طلبِ مغفرت کے دو اسالیب اور ان کے نتائج

روح کے دل پر غلبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مغفرت و بخشش طلب کرتے رہنا نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں دو ایسے مقامات بیان فرمائے ہیں جہاں توبہ استغفار اور بخشش و مغفرت طلب کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں۔ دونوں مقامات پر عمل کی نوعیت ایک ہے یعنی مغفرت طلب کرنا مگر ان کے طریقے کار جدا جدا ہیں:

ا۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وسیلہ کے ذریعے اپنی بارگاہ میں توبہ کے لیے لے جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (النساء، ۴: ۶۴)

” اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اوراللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔“

یعنی مغفرت میں نے ہی دینی ہے اور توبہ بھی میں نے ہی قبول کرنی ہے مگر شرط یہ ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اس طریقہ میں اللہ رب العزت نے اپنی مغفرت کا راستہ

آقا علیہ السلام کی شفاعت، سفارش اور وسیلے کے ذریعے قائم کیا۔

۲۔ مغفرت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں بغیر وسیلہ و سفارش کے براہِ راست اللہ سے مغفرت طلب کی جائے۔ اس طریقے میں شفاعت اور وسیلے کا ذکر نہیں جبکہ پہلے طریقے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری لازمی قرار دی گئی تھی۔

اس دوسرے طریقے اور راستے میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری اور وسیلہ کے بغیر طلبِ مغفرت کا ذکر ہے، یہاں اللہ رب العزت کی بارگاہ سے طلبِ مغفرت کا اندازِ بیان الگ ہے اور جہاں حاضری اور توسل شامل ہے، وہاں اللہ رب العزت کی بارگاہ سے مغفرت طلب کرنے کا اندازِ بیان الگ ہے۔ مغفرت و بخشش کے دوسرے طریقے کا ذکر کرتے اللہ رب العزت نے فرمایا:

فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ (النصر، ۱۱۰:۳)

" تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور اس سے استغفار کریں، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے یہاں خطاب حضور علیہ السلام سے فرمایا ہے مگر مخاطب امتِ مسلمہ ہے۔ اللہ نے ان آیات میں طلبِ مغفرت کا حکم دیا ہے مگر اس کے تین مرحلے رکھے:

۱۔ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح بیان کرو۔

۲۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ پھر اللہ سے مغفرت طلب کرو۔

۳۔ تیسرے مرحلہ پر فرمایا کہ بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

غور کریں کہ اللہ فرما رہا ہے کہ مجھ سے اگر مغفرت چاہیے تو سب سے پہلے میری بارگاہ میں تسبیح اور مناجات کرو۔۔۔ پھر اگر مان جاؤں تو پھر میری بارگاہ میں استغفار کرو۔۔۔ اور پھر فرمایا کہ میری شان یہ ہے کہ میں بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا ہوں۔

استغفار اور بخشش کے اس اسلوب میں کوئی یقینی اور قطعی بات نہیں ہے۔ بندہ اس کی حمد و ثناء اور تسبیح کرتا رہے، اسے یاد کرتے رہے، اس سے مغفرت طلب کرتا رہے کہ وہ مغفرت فرمادے گا مگر اس کی بارگاہ سے یہ جواب نہیں آیا کہ میں نے مغفرت و بخشش عطا کر دی بلکہ فرمایا کہ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ بندہ پوچھتا ہے کہ مولا! ابھی تک تیری بارگاہ سے مجھے توبہ کا پروانہ نہیں ملا۔ فرمایا کہ جب مجھے تیرا انداز اچھا لگے گا تو توبہ کر لوں گا۔۔۔ جب تیری منت سماجت، تیری رقت اور تیری آہ و بکا مجھے پسند آگئی تو قبول کر لوں گا۔۔۔ تیرا کام ہے کہ مجھے راضی کرتا رہ۔۔۔ میری بارگاہ میں عرض گزارتا رہ۔۔۔ مگر میری مرضی کہ کب تیری گذارشات قبول کروں۔ یعنی اللہ

کی طرف سے کوئی قطعی جواب نہیں ملا، معلوم نہیں کہ کب بخشش و مغفرت عطا فرمائے گا، اس لیے کہ اس نے توبہ و بخشش اور تسبیح و تہلیل کے جواب میں یہ نہیں کہا کہ میں نے توبہ قبول کرلی بلکہ اپنی شان کا ذکر کیا ہے کہ وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ اس اسلوب سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اے بندے اگر تجھے اپنے اعمال پر بھروسہ اور یقین ہے تو میری منت سماجت کرتا رہ مگر تجھے قطعیت کے ساتھ مغفرت و بخشش کی بشارت نہیں مل سکتی۔ میری شان یہ ہے کہ میں استغفار قبول کرتا ہوں مگر میں نے یہ نہیں کہا کہ تیری مغفرت ہوگئی۔

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ جس نے خاص کرم فرماتے ہوئے رمضان المبارک کے بابرکت دن اور راتیں نصیب فرمائیں

جبکہ توبہ کے پہلے طریق کے اندر اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کے وسیلہ سے مغفرت طلب کرنے والوں کے لیے میرا یہ اعلان ہے کہ لوجدوا اللہ توابا رحیما کہ اُن کے لیے میری بخشش و مغفرت یقینی و قطعی ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر وہ مغفرت چاہتے ہیں تو براہِ راست مجھ سے مغفرت طلب نہ کریں بلکہ اپنی عبادت اور اپنی توبہ کو نتیجہ خیزی کے ساتھ ہمکنار کرنا چاہتے ہیں تو سیدھے میرے پاس آنے کے بجائے پہلے میرے مصطفی ﷺ کے دَر پر آئیں۔۔۔ میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرکے اُن کی منت سماجت کریں۔۔۔ میرے مصطفی ﷺ کے در پر سرِ تسلیم خم کریں۔۔۔ اور پھر میرے محبوب ﷺ بھی تمھارے لیے مغفرت مانگیں تو میں اسی وقت پروانۂ مغفرت عطا کردوں گا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم صرف میرے ہو یا میرے مصطفی ﷺ کے بھی ہو۔ جو پہلے ان کے در پر جھکتا ہے اور ان سے مانگتا ہے اور پھر ان کو مان کر مجھ سے مانگے تو پھر میں ان کا مان نہیں توڑتا۔

پہلے فرمایا تھا بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ مگر اب جب محبوب ﷺ کی بارگاہ آئی تو یہاں پر صیغہ ہی بدل گیا اور فرمایا کہ جب کوئی آپ ﷺ کے در پر آکر آپ ﷺ کی سفارش سے مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو وہ اللہ کو ضرور توبہ قبول فرمانے والا اور مہربانی فرمانے والا پائے گا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ یقینی و قطعی مغفرت صرف حضور علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں آنے والوں کے لیے خاص تھی یا بعد والوں کے لیے بھی ہے۔۔۔؟ جو دن رات آپ کو تکتے رہتے تھے، یہ پروانہ ان

کے لیے ہے یا تا قیامت آنے والے دیوانوں کے لیے بھی اس میں سے کچھ ہے۔۔۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی وہی قانون ہے، جو میرے ظاہری زمانہ والوں کے لیے ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ ، تُحَدِّثُونَ وَيُحَدَّثُ لَكُمْ ، فَإِذَا أَنَا مُتُّ كَانَتْ وَفَاتِي خَيْرًا لَكُمْ ، تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ ، فَإِنْ رَأَيْتُ خَيْرًا حَمِدْتُ اللهَ ، وَإِنْ رَأَيْتُ غَيْرَ ذٰلِكَ اسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ .

میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لئے حدیثیں (دین کے احکام) بیان کی جاتی ہیں، اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، اور اگر برے اعمال پاتا ہوں تو تمہارے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

(الخصائص الکبری، لسیوطي، الرقم: ۲/۴۹۱)

> اللہ کی بارگاہ سے دھتکارے جانے کے بعد شیطان مردود سرکشی پر اتر آیا اور کہنے لگا میں تیرے بندوں کے راستے میں گھات لگا کر بیٹھ جاؤں گا

اگر کوئی پوچھے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بارگاہ میں وسیلہ دے کر مغفرت کیسی ملتی ہے اور وسیلے کے بغیر مغفرت کیسی ملتی ہے تو قرآن مجید کے مذکورہ دو اسالیب سے اس سوال کا جواب میسر آگیا کہ جو حضور نبی اکرم ﷺ کا دامن تھام کر اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ یقینی اور قطعی طور پر مغفرت و بخشش فوراً عطا فرما دیتا ہے، جیسے انتظار میں ہو کہ میرے محبوب ﷺ کے لب ہلیں اور میں مغفرت کر دوں جبکہ جو اپنا زور لگاتا ہے اور اپنے اعمال کے بل بوتے پر مغفرت طلب کرتا ہے تو معلوم نہیں کہ اس کی ساری عمر بھی گزر جائے اور پروانۂ مغفرت ملے یا نہ ملے۔

اللہ سے مناجات بزبانِ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

رمضان المبارک کا یہ مقدس مہینہ مغفرت اور بخشش کے لیے ایک نادر موقع ہے۔ ہمیں اس ماہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں پر نادم ہوتے ہوئے حقیقی معنٰی میں حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور مناجات کے ذریعے مغفرت کا طالب بننا ہوگا۔ اس سلسلے میں

ہمیں امام زین العابدین ؓ کی مناجات کو مشعلِ راہ بنانا ہوگا۔ آپ نے اپنی مناجات میں بندوں کو اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہونے کا سلیقہ سکھایا ہے۔ امام زین العابدین ؓ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مغفرت و بخشش کے لیے اسے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

إِلٰهِي إِنْ كَانَ النَّدَمُ عَلَى الذَّنْبِ تَوْبَةً، فَإِنِّي وَعِزَّتِكَ مِنَ النَّادِمِينَ، وَإِنْ كَانَ الِاسْتِغْفَارُ مِنَ الْخَطِيئَةِ حِطَّةً فَإِنِّي لَكَ مِنَ الْمُسْتَغْفِرِينَ، لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى إِلٰهِي بِقُدْرَتِكَ عَلَيَّ تُبْ عَلَيَّ، وَبِحِلْمِكَ عَنِّي اعْفُ عَنِّي، وَبِعِلْمِكَ بِي ارْفُقْ بِي.

یاالٰہی! اگر گناہ پر پشیمانی کا مطلب توبہ ہی ہے تو مجھے تیری عزت کی قسم کہ میں پشیمان ہونے والوں میں ہوں، اور اگر خطا کی معافی مانگنے سے خطا معاف ہو جاتی ہے تو بیشک میں تجھ سے معافی مانگنے والا پہلا ہوں، تیری چوکھٹ پر ہوں حتی کہ تو راضی ہو جائے۔ یاالٰہی! اپنی قدرت سے میری توبہ قبول فرما اور میرے متعلق اپنے علم سے مجھ پر مہربانی کر۔

☆ ایک اور مقام پر امام صاحب ؓ بارگاہِ الٰہی میں یوں التجا کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيَّ حَتّٰى لَا أَعْصِيَكَ، وَأَلْهِمْنِي الْخَيْرَ وَالْعَمَلَ بِهِ، وَخَشْيَتَكَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ.

یاالٰہی! مجھے ایسی توبہ کی توفیق دے کہ پھر تیری نافرمانی نہ کروں، میرے دل میں نیکی و عمل کا جذبہ ابھار دے اور جب تک مجھے زندہ رکھے، دن رات اپنا خوف میرے قلب میں ڈالے رکھ، اے جہانوں کے پالنے والے۔

☆ امام زین العابدین ؓ جہنم اور اس کے عفریتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ کے یوں طلب گار ہوتے ہیں:

اللّٰهُمَّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَقَارِبِها الْفَاغِرَةِ أَفْوَاهَهَا، وَحَيَّاتِهَا الصَّالِقَةِ بِأَنْيَابِهَا، وَشَرَابِهَا الَّذِي يُقَطِّعُ أَمْعَاءَ وَأَفْئِدَةَ سُكَّانِهَا، وَيَنْزِعُ قُلُوبَهُمْ، وَأَسْتَهْدِيكَ لِمَا بَاعَدَ مِنْهَا، وَأَخَّرَ عَنْهَا.

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم کے ان بچھوؤں سے جن کے منہ کھلے ہوں گے، اور ان سانپوں سے جو دانتوں کو پیس پیس کر پھنکار رہے ہوں گے، اور اس کے کھولتے ہوئے پانی سے جو انتڑیوں اور دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور سینوں کو چیر کر دلوں کو نکال دے گا۔

☆ قلبِ سیاہ اور جامد آنکھوں کی بارگاہِ الٰہی میں شکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِلٰهِي إِلَيْكَ أَشْكُو قَلْبًا قَاسِيًا، مَعَ الْوَسْوَاسِ مُتَقَلِّبًا، وَبِالرَّيْنِ وَالطَّبْعِ مُتَلَبِّسًا وَعَيْنًا عَنِ الْبُكَاءِ مِنْ خَوْفِكَ جَامِدَةً، وَإِلَى مَا يَسُرُّهَا طَامِحَةً.

اے میرے معبود! میں تجھ سے سیاہ قلب کی شکایت کرتا ہوں اور بدلنے والے وسوسوں کی شکایت کرتا ہوں جو رین و تیرگی سے آلودہ ہیں، اس آنکھ کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے خوف میں گریہ نہیں کرتی اور جو چیز اسے اچھی لگے اس سے خوشی ہوتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کی طرف اشارہ کر کے اس کی عفو و درگزر کو یوں طلب کرتے ہیں:

إِلٰهِي رَبَّيْتَنِي فِي نِعَمِكَ وَإِحْسَانِكَ صَغِيرًا، وَنَوَّهْتَ بِاسْمِي كَبِيرًا، فَيَا مَنْ رَبَّانِي فِي الدُّنْيَا بِإِحْسَانِهِ وَتَفَضُّلِهِ وَنِعَمِهِ، وَأَشَارَ لِي فِي الْآخِرَةِ إِلَى عَفْوِهِ وَكَرَمِهِ۔

اے اللہ! جب میں بچہ تھا تو نے مجھے اپنی نعمت اور احسان کے ساتھ پالا اور جب میں بڑا ہوا تو مجھے شہرت عطا کی، پس اے وہ ذات جس نے دنیا میں مجھے اپنے احسانِ نعمت اور عطا سے بڑا کیا اور آخرت میں مجھے اپنے عفو و کرم کا اشارہ دیا ہے۔

اللہ رب العزت اپنی اس مغفرت کی شان کے ساتھ اس ماہِ رمضان المبارک میں ہمارے لیے وہ فیصلہ کر دے کہ ہم گناہ گاروں، سیاہ کاروں، خطاکاروں کو نیکی اور پاکیزگی کا رستہ مل جائے اور بے راہ روی کے شکار لوگوں کو صراطِ مستقیم مل جائے۔ آج کے دور میں توبہ آسان نہیں ہے، ہر قدم پر شیطان اور اس کے چیلے جال بچھائے ہوئے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ کسی علمی، فکری اور روحانی نظام کا حصہ بن کر اس کے حصار میں آجائیں۔ منہاج القرآن اور دیگر حقیقی روحانی نسبتیں ایک نعمت ہیں، اُن سے جڑیں۔ ہمیں کوئی ضمانت نہیں کہ کیسے بچیں گے مگر یہ ضمانت ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ جڑ جائیں تو حفاظت کا ایک اہتمام ضرور ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں نسبتوں سے جڑنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری زندگیوں کو ایسا بنا دے جس پر اللہ اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام راضی ہوں۔

ماہِ رمضان المبارک

تعمیرِ شخصیت کا سنہری موقع

ڈاکٹر شفاقت علی شیخ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے پہلے اپنی جس صفت کا تعارف کرایا ہے وہ ہے "صفتِ ربوبیت"۔ رب کا معنی ہے ایسی ہستی جو کسی وجود کو اس کی ادنیٰ حالت سے پروان چڑھاتے ہوئے نقطۂ کمال تک پہنچادے۔ چنانچہ اس کی صفت ربوبیت پوری دنیا میں ہر جگہ کارفرما ہے۔ ہر وجود کی تکمیل وبقا اور تعمیر و ترقی کے لیے جن لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے، مختلف اسباب و ذرائع سے وہ اسے میسر آتے رہتے ہیں۔ یہی معاملہ وسیع پیمانے پر حضرت انسان کے ساتھ ہے جسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں آگے بڑھنے، خود کو بہتر بنانے اور عروج و کمال کو پانے کے لیے اتنے زیادہ مواقع میسر آتے ہیں جن کا کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ مگر ان تمام مواقع میں سے سب سے بڑا موقع شاید وہ موقع ہے جسے ماہ رمضان المبارک کہا جاتا ہے۔

ماہ رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا وہ عظیم الشان موقع ہے جو ہر سال آتا ہے اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے:

لَوْیَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا رَمَضَانُ لَتَمَنَّتْ أُمَّتِی أَنْ یَکُوْنَ السَّنَةَ کُلَّهَا۔

(شعب الایمان، ۳: ۳۱۳، الرقم: ۳۶۳۴)

”اگر لوگوں کو رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا پتہ ہوتا تو وہ خواہش کرتے کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔“

دوسری جگہ فرمایا:

من افطر یوما من رمضان من غیر رخصة لم یجزه صیام الدھر۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، بَابُ: مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ)

”جو شخص رمضان کا ایک روزہ بغیر کسی رخصت کے چھوڑ دے تو اسے پورے سال کے روزے بھی کافی نہ ہوں گے۔“

حضور علیہ السلام نے اس ماہِ مبارک کے پہلے عشرہ کو رحمت، دوسرے کو مغفرت اور تیسرے عشرہ کو جہنم سے نجات کا عشرہ قرار دیا ہے۔ تیسرے عشرہ میں وہ رات بھی ہے جسے شبِ قدر کہا جاتا ہے جو اکیلی رات ہی انسان کی زندگی بھر کی راتوں پر حاوی ہے۔ گویا اس ماہِ مبارک کا ہر دن اور ہر لمحہ ہی اپنے دامن میں بے شمار رحمتوں، برکتوں اور دنیا و آخرت کی سعادتوں کو لیے ہوئے ہے۔ اس کو ایک مادی مثال کے ذریعے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ سال کے دیگر مہینوں کو اگر دودھ سے تشبیہ دی جائے تو رمضان المبارک اس دودھ سے نکلنے والی کریم ہے۔ پھر اس ماہ مبارک کا آخری عشرہ گویا اس کریم سے نکلنے والا مکھن ہے اور شب قدر اس مکھن سے نکلنے والا گھی ہے۔ اس سے آگے خالصیت اور کمال کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا۔

ماہ رمضان المبارک تعمیرِ شخصیت کا بہترین موقع ہے۔ اس کے دامن میں دو عبادات بطور خاص ایسی ہیں جو انسانی تعمیر و ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کر کے اسے عروج و کمال سے ہم کنار کرنے میں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں سے ایک روزہ اور دوسری کا نام اعتکاف ہے۔ سطور ذیل میں ان کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا جا رہا ہے۔

روزہ کی اہمیت وافادیت

قرآن مجید نے روزہ کی فرضیت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

(البقرہ، ۲: ۱۸۳)

” اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“

اس آیت میں روزہ رکھنے کی جو حکمت بتائی ہے، وہ تقویٰ کا حصول ہے۔ امام غزالیؒ منہاج العابدین میں فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کے خزانہ میں تقوی سے بڑی کوئی نعمت ہوتی تو اللہ تعالی قرآن مجید میں یوں ارشاد نہ فرماتے:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ۔ (النساء، ۴: ۱۳۱)

”اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو (بھی) جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی حکم دیا ہے اور تمہیں (بھی) کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔“

امام صاحبؒ کے قول کے مطابق اللہ تعالی کا ہر دور کے انسانوں کو تقویٰ کی وصیت کرنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ اللہ کی وہ نعمت ہے جس کو اپنانا ہر شخص کے لیے ضروری ہے اور جس سے تمام سعاتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس کی تصدیق خود قرآن مجید کے اُن مقامات سے بھی ہوتی ہے، جہاں تقویٰ کی اہمیت اور تاکید جابجا بیان کی گئی ہے اور اس پر ملنے والے دُنیوی واُخروی انعامات کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے ان تمام مقامات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی محبت، ولایت اور دُنیا سے لے کر آخرت تک کی تمام سعادتوں اور بھلائیوں کا حصول تقویٰ سے ہی وابستہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ، قلبِ سلیم، نفسِ مطمئنہ، رضائے الٰہی اور سعادتِ ابدی جیسی جو اصطلاحات قرآن مجید میں استعمال کی گئی ہیں یہ ایک ہی حقیقت کے مختلف نام ہیں۔

روزہ سے تقویٰ کا حصول کیونکر ممکن ہے؟

روزہ اور تقوی کے باہمی تعلق کے حوالے سے یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب ہے کہ روزہ سے تقویٰ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ انسانی شخصیت میں ایک حصہ کا نام نفس ہے جس کا کام خواہشات اور تقاضے پیدا کرنا ہے۔ خواہشات اچھی بھی ہوسکتی ہیں اور بُری بھی۔ نفس اپنے ابتدائی درجہ میں بڑا ضدی، اڑیل اور سرکش ہوتا ہے، اس مرحلہ پر اسے نفس امارہ کہا جاتا ہے۔ اس سطح پر اسے اصرار ہوتا ہے کہ اس کی خواہشات کو پورا کیا جائے قطع نظر اس کے کہ وہ اچھی ہیں یا بُری لیکن جب اس پر محنت کرکے اسے مہذب بنالیا جائے تو یہ انتہائی درجے میں جا کر نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے۔ اس درجہ میں خالقِ کائنات اس سے پیار بھرے انداز میں خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ۔ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔

”اے اطمینان پا جانے والے نفس۔ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا

> **روزہ اور اعتکاف دو ایسی عبادات ہیں جن سے انسانی تعمیر و ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں**

اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب)۔ پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا۔" (الفجر، ۸۹: ۲۷ تا ۳۰)

تقویٰ کا سارا سفر اس نفس کو امارہ سے مطمئنہ تک لے جانے کا ہے۔ اُصول یہ ہے کہ جتنا زیادہ ہم نفس کی خواہشات کو پورا کرتے چلے جاتے ہیں، اتنا ہی یہ طاقتور اور سرکش ہوتا چلا جاتا ہے اور ہم اس کے مقابلے میں کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جتنا زیادہ اس کے غلط تقاضوں کو دبایا جائے، اتنا ہی یہ سرکشی سے تائب ہو کر مہذب بنتا چلا جاتا ہے۔ یوں تو اس کی خواہشات کی کوئی حد نہیں ہے مگر قوی ترین خواہشات کھانے، پینے اور جنسی تعلقات کی ہوتی ہیں۔ گویا یہ نفس کے وہ خاص تقاضے ہیں جنہیں کنڑول کر لیا جائے تو اسے مہذب بنانا آسان ہو جاتا ہے۔

اگر ہم اپنے طور پر یہ ارادہ کریں کہ ہم نے ان تقاضوں کو دبانا ہے تو ہمارے لیے زیادہ دیر تک کاربند رہنا ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے۔ مگر روزے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں اتنا بڑا ہتھیار دے دیا ہے کہ بڑی آسانی سے اس کی خواہشات کو لگام دی جاسکتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے رمضان المبارک کو صبر کا مہینہ (شہرالصبر) اور روزہ کو آدھا صبر (نصف الصبر) قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی سے ارادے والا آدمی بھی جب روزہ رکھ لیتا ہے تو اس کے لیے کئی گھنٹے تک ان خواہشات پر قابو پانا آسان ہو جاتا ہے۔ پھر یہ مشق کوئی ایک دو دن نہیں بلکہ پورے ایک ماہ تک تواتر اور تسلسل کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔ اگر اس کی روح کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کو مکمل کر لیا جائے تو تقویٰ کا حاصل ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید نے روزہ کی فرضیت اور مقصدیت کا بیان کرنے کے بعد ایک بہت بامعنی بات کرتے ہوئے کہا:

اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ "یہ گنتی کے چند دن ہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ہی انتیس یا تیس دنوں میں تقویٰ کا مقصد حاصل ہو گا۔ اب سوال یہ ہے کہ بیشتر لوگ ہر سال باقاعدگی کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے باوجود تقویٰ کا مطلوبہ درجہ حاصل کیوں نہیں کر پاتے؟ اس کی بطور خاص دو وجوہات ہیں:

ا۔ آج ہماری عبادات بالعموم مقصدیت سے عاری ہیں۔ لوگوں کی اکثریت نماز، روزہ اور دیگر عبادات کو ایک رسم اور معمول کے تحت ادا کرتی ہے۔ ان کے ذہن میں عبادات سے حاصل ہونے والے نتائج و ثمرات نہیں ہوتے۔ زیادہ سے زیادہ ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ ثواب مل جائے گا۔ گویا یہ عبادات سے زیادہ عادات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کو شعوری عبادات مطلوب ہیں۔ اسے انسان سے وہ بندگی مقصود و مطلوب ہے جس میں انسان کا ذوق و شوق اور جذبہ و جنون شامل ہو۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

چنانچہ مقصدیت کے شعور سے خالی عبادات سے وہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے جو کہ ہونے چاہییں۔ یہی کچھ روزہ کے معاملہ میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے روزہ کا مقصد تقویٰ کا حصول بتایا مگر لوگوں کی اکثریت کے ذہنوں میں یہ مقصد نہیں ہوتا بلکہ صرف ثواب کا حصول ہی ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری غلطی یہ کی جاتی ہے کہ روزہ کی حالت میں کھانے پینے سے تو پرہیز کر لیا جاتا ہے لیکن دیگر محرمات و منہیات سے اجتناب نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ روزہ کی حالت میں بھی جھوٹ، غیبت اور چغلی وغیرہ جیسے کبیرہ گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ روزہ کے ذریعے ملنے والے نتائج و ثمرات ساتھ ہی ساتھ ضائع ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث مبارکہ بہت بڑی وعید ہے:

من لم يدع قول الزور والعمل به، فليس لله حاجة فی ان يدع طعامه وشرابه۔ (بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به فی الصوم، ۲: ۶۷۳، الرقم: ۱۸۰۴)

”جس شخص نے روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا اور جھوٹی بات پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔“

اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کھانا پینا تو عام حالات میں حلال تھا محض روزے کی حالت میں کسی حکمت اور مصلحت کے تحت منع فرما دیا گیا مگر جھوٹ اور دیگر گناہ تو مستقل طور پر حرام ہیں۔ ان کی اجازت کس طرح ہو سکتی ہے؟ اب جو شخص اللہ کا حکم سمجھ کر کھانے پینے سے وقتی طور پر پرہیز کرے

مگر اس سے بڑے اور مستقل نوعیت کے احکام کو نظر انداز کرے تو اس کے روزے کی اللہ تعالی کی بارگاہ میں کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ اور اس سے کیا نتائج مرتب ہو سکتے ہیں؟

مذکورہ بالا دونوں غلطیوں کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم روزہ رکھ لیتے ہیں مگر روزہ کے احساس کو اپنے اُوپر طاری نہیں کرتے۔ احساس کو طاری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنا روزہ دار ہونا ہر وقت یاد ہو اور اُس کے منافی سرگرمیوں سے خود کو بچایا جائے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الصيام جُنة، وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفُث ولا يصخَب، فإن سابّه أحد أو قاتله، فليقل: إني امرؤ صائم۔

"روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ بے ہودگی کرے اور نہ ہی لڑائی جھگڑا کرے۔ پس اگر کوئی شخص اُسے گالی دے یا اُس سے جھگڑا کرے تو اُسے کہنا چاہیے: میں روزہ سے ہوں۔" (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام)

روزہ کی حالت میں ہر قسم کی بیہودہ حرکات و سکنات اور گالی گلوچ سے اجتناب کرنا حتی کہ دوسرے کی طرف سے گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کے جواب میں بھی خود پر قابو رکھنا، یہ کام وہی کر سکتا ہے جس نے رمضان المبارک کی حُرمت و تقدس اور روزہ کے احساس کو شعوری طور پر خود پر طاری کر رکھا ہو۔ سادہ لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ رمضان المبارک ایک سمندر ہے اور تقویٰ کا موتی اس سمندر کی تہہ میں پڑا ہوا ہے۔ اس موتی کو حاصل کرنے کے لیے سمندر کی تہہ تک پہنچنا ضروری ہے۔ ہم عام طور پر اس سمندر کی سطح پر ہی تیرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پورے ماہ کے روزے رکھنے کے باوجود ہماری شخصیت بالعموم تقویٰ کے زیور سے آراستہ و پیراستہ نہیں ہو پاتی۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اگر رمضان المبارک کے ایک مہینہ کے روزے آداب و شرائط کی پابندی کے ساتھ رکھ لیے جائیں اور اس ماہِ مبارک کو قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں گزار لیا جائے تو قرآن مجید کے وعدہ کے مطابق انسان فی الواقع متقی بن سکتا ہے اور اس کی آئندہ زندگی تبدیل ہو سکتی ہے۔

اعتکاف کی اہمیت و افادیت

ماہ رمضان المبارک کی دوسری اہم عبادت اعتکاف ہے جو تعمیرِ شخصیت کے سفر میں بہت زیادہ معاون و مددگار ہے۔ اُمت کی آسانی کے لیے اسے ہر شخص پر فرض تو نہیں کیا گیا مگر یہ حضور علیہ السلام کی

انتہائی پسندیدہ سنت ہے اور اتنی محبوب ہے کہ روزوں کی فرضیت کے بعد آپ ﷺ نے ہر سال اعتکاف کیا۔ صرف ایک سال سفر میں ہونے کی بنا پر نہ کر سکے تو اگلے سال اس کی تلافی کے لیے دس کے بجائے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے سنت مؤکدہ علی الکفایہ کا درجہ دیا گیا ہے کہ ہر بستی میں سے کم از کم ایک شخص کا اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

اعتکاف کیا ہے؟ اس حقیقت کا پسِ منظر یہ ہے کہ صدیوں سے اولیاء و عرفاء کے ہاں تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کے شائقین اور راہِ سلوک کے مسافروں کے حوالے سے چار قسم کے مجاہدہ و ریاضت رائج رہے ہیں:

۱۔ قلتِ طعام (کم کھانا) ۲۔ قلتِ کلام (کم بولنا)

۳۔ قلتِ منام (کم سونا)

۴۔ قلتِ اختلاط مع الانام (لوگوں سے کم ملنا)

یہ چاروں چیزیں نفس کی سرکشی کو ختم کرنے، اُسے حدود و قیود کا پابند بنانے اور تہذیب کے دائرہ میں لانے کے حوالے سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان چاروں کی کثرت نفس کی مرغوب غذائیں ہیں۔ یہ جتنا زیادہ اسے ملتی ہیں، اتنا ہی موٹا ہوتا جاتا ہے اور اس کی سرکشی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ان کی قلت سے اس پر قابو پانا اور اس سرکش گھوڑے کو تقویٰ کی لگا دینا آسان ہو جاتا ہے۔ بنظرِ غائر دیکھا جائے تو ان چار میں بھی اصل دو ہی ہیں ۔ قلتِ طعام (کم کھانا) سے قلتِ منام (کم سونے) کا مقصد خود بہ خود حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قلتِ اختلاط مع الانام (لوگوں سے کم ملنا) سے قلتِ کلام (کم بولنے) کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جتنا انسان کم ملے گا، اتنا ہی بولنے کی نوبت بھی کم آئے گی۔ ماہِ رمضان المبارک میں روزہ قلتِ طعام کی طرف لے جاتا ہے جبکہ اعتکاف انسان کو مخلوق سے کاٹ کر گوشہ تنہائی میں خالق کے قرب کی طرف لے جاتا ہے۔

(۱) خلوت نشینی کی اہمیت

انسان کی باطنی صلاحیتوں کی نشوونما کے لیے خلوت نشینی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کے بھرپور استعمال کی اولین شرط ذہنی یکسوئی ہے اور یکسوئی کے حصول میں خلوت نشینی بہت ضروری ہے۔ لوگوں کے ہجوم میں رہتے ہوئے بالعموم یکسوئی کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ تاریخ کا تجربہ بتاتا ہے کہ بڑے بڑے آئیڈیاز اور عظیم الشان کارناموں کے منصوبہ جات تنہائی کی پیداوار ہی ہوتے ہیں۔ وقت کے دھارے کو بدل دینے والے اور انقلابات کی بنیاد رکھنے والے لوگ بالعموم وہی ہوتے ہیں جن میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے من کی

دُنیا میں جھانکنے اور کائنات کے حقائق پر غور کرنے کا حوصلہ اور جذبہ موجود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلوت نشینی ہر دور کے مشاہیر اور عقل مند لوگوں کا پسندیدہ مشغلہ رہی ہے۔ نیوٹن، ایڈیسن اور دیگر بہت سارے لوگ جن کے کارناموں کو دیکھ کر ہم حیران ہوتے ہیں، ان کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ بعض اوقات کئی کئی دنوں تک تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ شخصیت کی تعمیر و ترقی اور ذہنی و روحانی صلاحیتوں کی جلا کے لیے کسی نہ کسی درجہ میں خلوت نشینی کا ہونا بھی ضروری ہے۔

قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی کو اپنے خاص فضل و کرم اور انعام و اکرام سے نواز نا ہوتا ہے تو اسے خلوت کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمانی تھی تو پہلے چالیس دن کوہِ طور پر بلا کر لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنی عبادت کا حکم دیا۔۔۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی نعمت سے نوازنا تھا تو تین دن تک ان کی زبان کو خاموش کرا دیا۔۔۔ حضور علیہ السلام پر نزول وحی کا باقاعدہ آغاز فرمانا تھا تو غارِ حرا کی خلوتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں میں محبوب بنا دیا۔ اسی طرح ہر دور کے اولیاء و صلحاء کے ہاں بھی خلوت نشینی کا ذوق رہا ہے۔

اعتکاف: روح کی ترقی اور وصال الی اللہ کا نادر موقع

انسان؛ جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ جسم مادی دنیا کا بنا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کی بقا اور نشو و نما کا دار و مدار بھی مادی چیزوں پر ہی ہے۔ اس کے برعکس روح عالمِ امر سے آئی ہے، اسے ان مادی سامانوں سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ اس کی مرغوب غذائیں اللہ کی محبت، معرفت اور اس کا قرب و وصال ہے۔ روح اس عالمِ پردیس میں رہتے ہوئے جب محبوبِ حقیقی سے وصال چاہتی ہے تو جسم کے تقاضے اس کی پرواز کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ ہر دور کی سعید روحوں کو یہ مسئلہ درپیش رہا ہے۔ چنانچہ اُمم سابقہ کے نیک اور سعید لوگوں نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کی راہ میں مادی دُنیا کے تقاضے اور دیگر علائقِ دنیوی حائل ہوتے ہیں تو انہوں نے اس کا حل یہ نکالا کہ گھر بار، کاروبار اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں کی تنہائیوں میں چلے جائیں اور وہاں رہ کر قربِ الٰہی کی منزلوں کو طے کریں۔ یہاں سے وہ طرزِ زندگی وجود میں آیا جسے قرآن مجید نے رہبانیت کا نام دیا۔ قرآن مجید کے بقول اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم انہیں نہیں دیا تھا تاہم چونکہ نیت درست تھی لہٰذا اسے قبول کر لیا گیا۔ مگر دوسری طرف یہ طرزِ زندگی انسان کی فطرت کے خلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بھرپور سماجی زندگی گزارنے کے لیے دُنیا میں بھیجا ہے تاکہ وہ یہاں رہ کر اس کی خلافت و نیابت کی ذمہ داری ادا کر سکے اور دُنیا کی سٹیج پر اپنے مخصوص کردار کو

ادا کر سکے۔ چنانچہ بہت کم لوگ اس کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ زیادہ تر لوگ فسق و فجور کی طرف چلے گئے۔ یہاں سے جن کہانیوں نے جنم لیا وہ تاریخ کا ایک المناک باب ہیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کا کوئی تقاضا اور مطالبہ ایسا نہیں ہے جو عقل اور فطرت کے مسلّمہ اُصولوں کے خلاف ہو چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: لا رهبانية في الإسلام۔

''اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔''

حضور علیہ السلام کے اس فرمان نے اسلام میں رہبانیت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ تاہم یہ سوال اپنی جگہ موجود تھا کہ انسان کی باطنی صلاحیتوں کی نمو کے لیے خلوت نشینی کا جو لازمی کردار ہے اس سے استفادہ کیسے کیا جائے؟ اس مقصد کے لیے سالانہ بنیادوں پر دس دن کا اعتکاف مسنون قرار دیا گیا۔ سب سے پہلے تو اعتکاف کے لیے جو جگہ منتخب کی گئی وہ مسجد ہے جہاں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو، لوگوں کا آنا جانا ہو۔ چنانچہ ایک طرف تو مسجد کا مقدس ماحول جہاں ہر وقت اللہ کے ذکر کے انوارات موجود ہوتے ہیں اور دوسری طرف ہر نماز کے موقع پر دیگر لوگوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنا، یہ دونوں چیزیں انسان کو مجرد تنہائی کے ان فتنوں سے بچا لیتی ہیں جو کسی غار یا جنگل وغیرہ میں اکیلے بیٹھنے کی صورت میں لاحق ہو سکتے ہیں۔ گویا یہ اعتکاف خلوت میں جلوت اور جلوت میں خلوت کا ایک حسین مرقع ہے جس میں انسان خلوت کے ثمرات بھی لے رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف لوگوں کے ساتھ بھی کسی نہ کسی درجے میں رابطے میں رہتا ہے۔

> رمضان المبارک تزکیۂ نفس اور اِصلاحِ اَحوال کا اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کیا جانے والا عظیم الشان موقع ہے

علاوہ ازیں اس مقصد کے لیے ماہِ رمضان المبارک کو منتخب کیا گیا جس کے ہر ہر دن کا ایک ایک لمحہ اپنے اندر بے شمار فیوض و برکات کو لیے ہوتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ماہِ رمضان المبارک کا بھی آخری عشرہ جس میں خود رمضان المبارک کی برکات بھی نقطہ عروج پر ہوتی ہیں اور جس کے دامن میں شب قدر بھی ہے جو ایک اکیلی رات ہی ہزار مہینوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہ سب چیزیں مل کر چند دنوں کے اعتکاف کو وہ رفعتیں عطا کر دیتی ہیں کہ اس مختصر عرصہ کو طریقے اور سلیقے سے گزار لینے کی صورت

میں انسان صدیوں کی مسافتیں طے کر سکتا ہے اور ان کمالات کو پا سکتا ہے جن کو پچھلی اُمتیں سالہا سال کی ریاضتوں کے باوجود نہ پا سکیں۔ گویا یہ اعتکاف شخصیت کی تعمیر و ترقی، سیرت و کردار کی اصلاح اور اللہ رب العزت کے قرب و رضا کو پانے کا ایک ایسا زریں موقع ہے جس پر ’’کم خرچ بالا نشیں‘‘ والا محاورہ صادق آتا ہے۔

منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام سالانہ اجتماعی اعتکاف

تحریک منہاج القرآن کے بانی اور قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو اللہ تعالی نے جو ذہن دیا ہے وہ جدت و ندرت کا شاہکار ہے۔ ایک ایسا ذہن جو ہر کام کو بہترین اور منفرد انداز میں کرنا چاہتا ہے تاکہ اس سے بھرپور نتائج کو کشید کیا جا سکے ان کی یہی جُودتِ طبع اعتکاف کے معاملہ میں بھی بروئے کار آئی۔ چنانچہ اعتکاف کے ثمرات کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے نیز اعتکاف کے اثرات و برکات میں کئی پہلوؤں سے اضافہ کرنے کے حوالے سے مرکز منہاج القرآن پر سالانہ اجتماعی مسنون اعتکاف کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ جو گزشتہ 31 برس سے بڑی خوبصورتی کے ساتھ چل رہا ہے اور جس کے نتائج کھلی آنکھوں سے دکھائی دے رہے ہیں ۔ یہ اعتکاف انفرادی عبادات اور ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ اجتماعیت کی برکات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس اعتکاف میں دنیا بھر سے ہزارہا بندگانِ خدا تشریف لاتے ہیں جن میں بڑے بڑے علماء، فقہاء اور صالحین بھی شامل ہوتے ہیں۔ ایک

طرف تو انفرادی عبادات کے مقابلہ میں اجتماعی عبادات کا درجہ کہیں زیادہ ہوتا ہے جس کی ایک مثال نماز باجماعت ہے۔ نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا:

يد الله على الجماعة۔ (سنن نسائی، كتاب تحريم الدم)

''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔''

دوسری طرف نیک اور صالح بندوں کی صحبت اس اعتکاف کی عظمت کو چار چاند لگا دیتی ہے۔ علاوہ عظیم یہ اعتکاف مختلف قسم کی عبادات کا ایک ایسا خوبصورت گلدستہ ہوتا ہے جس میں ہر پھول کی جداگانہ خوشبو اور منفرد رنگ ہوتا ہے۔ کہیں ذکرِ الٰہی کے حلقے ہوتے ہیں تو کہیں درسِ قرآن کا انعقاد ہو رہا ہوتا ہے۔۔۔ ایک طرف فقہی نشستیں منعقد ہوتی ہیں جن میں روزمرہ زندگی کے شرعی مسائل کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں تو دوسری طرف سیرت و کردار کی اصلاح اور اُس میں علم و حکمت کا نور بھرنے کے لیے لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔۔۔ کہیں نعت خوانی کی محافل کے ذریعہ معتکفین کے سینوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع فروزاں کی جاتی ہے تو کہیں دروسِ تصوف کے ذریعہ اصلاح احوال کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی صحبت اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علمی، فکری اور روحانی موضوعات پر خطبات و دروس حاضرین و سامعین کی ذہنی و باطنی جلا کا سامان فراہم کرتے ہیں اور ان کے تزکیۂ نفوس و قلوب کی راہ ہموار کرتے ہیں ۔ یہ ساری چیزیں مل کر ایک ایسا روحانی ماحول اور کیف و سرور کا سماں تخلیق کر دیتی ہیں جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا بلکہ صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ الغرض منہاج القرآن کا سالانہ مسنون اجتماعی اعتکاف شرکاء کو علم و عمل کی اصلاح اور سیرت و کردار کی تعمیر و ترقی کے حوالے سے اتنا کچھ دے دیتا ہے جس کا عام حالات میں تصور بھی محال ہے۔

عصرِ حاضر میں تعلیماتِ اسلام سے روگردانی اور اخلاقی اقدار کا زوال و انحطاط پستی کی جن انتہاؤں کو چھو رہا ہے، ان کی طرف دیکھا جائے اور اجتماعی اعتکاف کی وسیع تر مصلحتوں نیز اس سے حاصل ہونے والے فوائد و ثمرات کو دیکھا جائے تو آج کے دور میں انفرادی کی نسبت اجتماعی اعتکاف زیادہ افادیت کا حامل ہے۔ اس اجتماعی اعتکاف کی اہمیت اس وقت اپنے کمال پر نظر آتی ہے جب اس اجتماعی اعتکاف کا اہتمام ایک عظیم علمی، فکری اور روحانی شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سرپرستی میں ہو رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان المبارک اور اعتکاف کی برکات سے مستنیر اور مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دہشتگردی کیخلاف شیخ الاسلام کا فتوی تجزیاتی مطالعہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی

دہشت گردی اور فتنہ خوارج کے خلاف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے مبسوط تاریخی فتویٰ کو تحقیق و تجزیہ کی میزان پر پرکھنے سے قاری کے سامنے جو حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ایک سنجیدہ فکر اور علم و تحقیق سے شغف رکھنے والا قاری پہلی نظر میں ہی یہ نتیجہ اخذ کرلیتا ہے کہ دہشت گردی کی مذمت میں لکھا گیا یہ فتویٰ محض فتویٰ نویسی کے شوق کے غلبہ کے زیر اثر نہیں لکھا گیا بلکہ یہ ایک قلبِ سلیم میں محبتِ دین رکھنے والے عالمِ ربانی اور عارفِ حقانی کا انسانیت کے لیے درد کا اظہار ہے۔ اس فتویٰ کا ایک ایک لفظ قلوب و اذھان اور افکار و نظریات کی تسخیر کی قوت کا آئینہ دار ہے جو ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی تمام تر تاثیر و شان اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس لیے کسی بھی علاقہ یا ملک، کسی بھی قوم و نسل، کسی بھی مسلک و عقیدہ اور کسی بھی دین و مذہب سے تعلق رکھنے والا غیر متعصب و غیر جانبدار اور انتہا پسندی و شدت پرستی کی زنجیروں سے آزاد کوئی بھی قاری بہ دل و جان اس کے مندرجات سے اتفاق کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ فتویٰ عصری مقتضیات کی روشنی میں مذاہبِ عالم بالخصوص ابراہیمی مذاہب، یہودیت، مسیحیت اور اسلام کی مذہبی تعلیمات اور اخلاقیات کی جامع تاریخی دستاویز ہے جو قبلہ شیخ الاسلام مدظلہ نے علم و تحقیق کے مصادرِ اصلیہ کی بنیاد پر تحریر کی ہے۔

فتویٰ کے تشکیلی عناصر

فقہاء اسلام اور علماء و محققین بلا امتیاز مذہب و مسلک اس امر پر متفق ہیں کہ کوئی بھی مفتی ہو، اس کے لیے فتویٰ دیتے ہوئے قرآن مجید (کتاب اللہ) سنت و حدیث نبوی، اقوال و فتاویٰ صحابہ اور مسلّمہ فقہاء کرام کی فقہی آراء کو مذکورہ ترتیب کے مطابق پیش نظر رکھنا لازمی ہے اور یہی آداب رسم المفتی میں مقرر کیے گئے ہیں اور یہی چار عناصر فقہ اسلامی کی بنیاد ہیں جن پر اسلامی تاریخ کی فقہ کی مضبوط عمارت کھڑی ہے۔ چنانچہ رسم المفتی کے ان مقررہ آداب کی روشنی میں فقہ وافتاء سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم جب اس فتویٰ کو دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں اور وہ بے ساختہ صاحبِ فتویٰ شیخ الاسلام مدظلہ کی فنِ فتویٰ نویسی میں مہارت دیکھ کر جھوم اٹھتے ہیں اور ان کے دل پکار اٹھتے ہیں کہ مفتیانِ وقت کو حضرت شیخ الاسلام مدظلہ کے حضور زانوئے تلمذ طے کرتے ہوئے فنِ فتویٰ نویسی کی مشق کرنی چاہیے تاکہ انہیں رسوخ فی رسم الافتاء حاصل ہو سکے۔ دہشت گردی اور خوارج کے بارے میں اس تاریخ فتویٰ میں رنگِ رسم المفتی ملاحظہ ہو:

(ا) قرآنی دلائل سے مزین

فقہ اسلامی کی پہلی بنیاد کتاب اللہ ہے۔ مفتی پر یہ امر لازم ہے کہ وہ کسی بھی درپیش مسئلہ کے حل کے لیے قرآنی دلائل و شواہد پیش کرے لیکن اگر مسئلہ زیر بحث و تحقیق میں کسی آیت تک مفتی کی رسائی نہ ہو تو پھر وہ عبارت النص، دلالت النص، اقتضاء النص یا اشارۃ النص میں سے کسی طریق پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھے۔ اسی طرح مسئلہ کی نوعیت اور اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی مستدل آیت کے بارے میں ناسخ و منسوخ، حقیقت و مجاز، تشبیہ و استعارہ اور صریح و کنایہ کے پہلوؤں کو بھی سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ بصورتِ دیگر فتویٰ لکھتے ہوئے مفتی خطاء فی الفکر کا مرتکب ہو سکتا ہے اور اس کے فتویٰ کے غلط نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

شیخ الاسلام مدظلہ کا فہمِ قرآن اور رسوخ فی علوم القرآن ان کے معاصر اہلِ علم کے ہاں ایک مسلّمہ حقیقت بن چکا ہے۔ دہشت گردی کے بارے میں اُن کا فتویٰ اُن کے فہمِ قرآنی کی ایک ناطق دلیل ہے۔ صدہا صفحات پر مشتمل اس فتویٰ میں قبلہ شیخ الاسلام نے قرآن مجید کی مختلف سورتوں سے ایک سو بیالیس آیات بطورِ استشہاد پیش کی ہیں۔ مزید یہ کہ فتویٰ میں پیش کردہ آیات کی روشنی میں مختلف مفسرین کی دہشت گردی سے متعلق آراء پیش کرتے ہوئے تیسری صدی ہجری سے تیرھویں صدی ہجری تک قرآن مجید کے تفسیری ادب سے منتخب معتبر و مستند اور متداول کتب سے استفادہ کرتے

ہوئے اسلام کی پر امن تعلیمات کو پیش کیا ہے۔ تاریخی شواہد کی روشنی میں دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوئے صحیح اسلامی فکر کو دنیائے عالم کے سامنے رکھا ہے۔

(۲) احادیثِ نبویہ اور اقوالِ صحابہ و آثارِ تابعین سے استدلال

قرآن مجید کے بعد فقہ اسلامی کی دوسری بنیاد احادیثِ نبویہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے منصبِ نبوت کے تناظر میں احکامِ قرآنی کی تبیین و توضیح آپ ﷺ کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے امورِ حیات جن میں قرآن مجید نے خاموشی اختیار کی ہے، ان میں امت کی راہنمائی کرتے ہوئے شرعی حکم واضح کرنا بھی اسی تبیین میں شامل ہے۔ یوں اقوال و افعال اور احوال و تقریراتِ رسول ﷺ کو ایک قانونی و آئینی حیثیت دے دی گئی۔ ان ہی امور کو اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے۔ اس لیے شریعتِ اسلامیہ میں قرآن مجید کے بعد وضعِ احکام میں مصدرِ ثانی کے طور پر حدیثِ رسول پر ساری امت کا اجماع ہے۔ احادیثِ نبویہ کے معانی و مطالب کی معرفت اور مفاہیم تک رسائی کے لیے آپ ﷺ کے تربیت یافتہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کو بھی سند کا درجہ حاصل ہے۔ اس لیے کسی بھی مفتی کے لیے یہ بات لازم ہے کہ وہ فتویٰ لکھتے وقت اسلامی ادلہ کی اس ترتیب کا لحاظ رکھے اور زیر بحث و تحقیقِ مسئلہ میں اسی ترتیب کے مطابق دلائل فراہم کرتے ہوئے پوچھے گئے مسئلہ کا شرعی حکم واضح کرے۔

شیخ الاسلام مدظلہ کے اس تاریخی اور جامع ترین مفصل فتویٰ میں رسم الافتاء کے ان مسلّمہ اصولوں کے مطابق ہی دہشت گردی اور خوارج سے متعلق اسلامی احکام کو پوری شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اپنے اس فتویٰ میں صاحبِ فتویٰ نے کل 523 احادیثِ نبویہ، اقوالِ صحابہ و آثارِ تابعین سے استفادہ کیا ہے۔

(۳) جمیع اسلامی علوم کا جامع

لفظ فتویٰ کے ساتھ ذہن فوری طور پر اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ ایک فقہ کی کتاب ہوگی۔ بلاشبہ اس فتویٰ کا تعلق فقہ سے ہی ہے مگر شیخ الاسلام کے علمی رسوخ، فنی مہارت اور اسلوبِ تحقیق نے اس کو محض فقہی مسئلہ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ فتویٰ نویسی میں وسعت پیدا کر دی ہے کہ یہ فتویٰ خود علوم کا دائرۃ المعارف بن گیا ہے۔ ذیل میں اس کا ایک اجمالی جائزہ ملاحظہ ہو:

۱۔ علم تفسیر القرآن : 17 معتبر تفاسیر

۲۔ علم الحدیث : صحاح ستہ سمیت 54 مستند کتبِ حدیث

۳۔ شروح الحدیث   : 12 مستند شروحاتِ حدیث

۴۔ اسماء الرجال: 4 کتب ائمہ اسماء الرجال

۵۔ فقہ و اصول الفقہ: دوسری صدی ہجری سے لے کر عصرِ حاضر تک 50 معتبر ترین کتب بطور ماخذ شامل ہیں۔

۶۔ کتبِ سیرت: 2 کتب ۷۔ العقائد: 8 کتب

۹۔ تصوف: 2 کتب ۱۰۔ تاریخ: 8 کتب

۱۱۔ عربی لغات: 4 کتب

دیگر کتب کے علاوہ مستشرقین کی دو کتب فتویٰ کے مصادر میں شامل ہیں۔ یوں اس فتویٰ کے کل مصادر کی تعداد 172 تک پہنچتی ہے۔ گویا یہ فتویٰ مختلف اسلامی علوم و فنون کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

اجتہادی بصیرت کا آئینہ دار فتویٰ

فتویٰ کے مصادر کا موضوعاتی اور عددی جائزہ لینے کے بعد اہلِ علم اور شوقِ مطالعہ رکھنے والے قارئین کے لیے قبلہ شیخ الاسلام مدظلہ کے فہمِ قرآن و سنت اور اجتہادی بصیرت کی مظہر صرف ایک مثال ضیافتِ علمی کے طور پر پیش کی جاتی ہے، جس سے حضرت قبلہ کی فقہی مہارت روزِ روشن کی طرح ہر کس و ناکس کے سامنے آجاتی ہے۔

☆ بعض مخصوص اعتقادی پسِ منظر رکھنے والے لوگ دہشت گردوں کے مسلم نما چہروں کو دیکھتے ہوئے اور ان کے خوش کن مذہبی مطالبات و نعروں کو سن کر غلط فہمی کا شکار ہو کر اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو دہشت گرد اور خارجی قرار دینا کوئی درست عمل نہیں ہے۔ اس قسم کے مغالطوں کا ازالہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام مدظلہ اپنے اس فتویٰ میں لکھتے ہیں:

"بالعموم لوگوں کو خوارج کی ظاہری دین داری اور پرہیزگاری کی بنا پر مغالطہ لاحق ہو جاتا ہے اور وہ انہیں طبقۂ مسلمین میں شامل سمجھنے لگتے ہیں۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ خوارج کا پتہ ہی اس وقت چلتا ہے جب وہ مسلح ہو کر قتل عام شروع کرتے ہیں۔ دہشت گردوں کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ خوارج ہیں۔ ان کا وحشت و بربریت اور درندگی و قتل عام پر مبنی عمل ہی انہیں Expose کرتا ہے۔ یہ خود ساختہ باطل مذہبی نظریات کی بنا پر عام انسانوں اور مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔" (فتویٰ، ص: ۵۴۳)

☆ اس بحث کو جاری رکھتے ہوئے ”اہم فقہی نکتہ“ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ دہشت گردوں پر خوارج کا اطلاق اجتہادی نہیں، منصوص ہے، اس کی مزید وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

”موجودہ دور میں دہشت گردی اور قتل و غارت گری کرنے والے لوگ خوارج ہی کا تسلسل ہیں۔ اس امر کا اطلاق اجتہادی نہیں اور نہ ہی تشریحی ہے بلکہ یہ اطلاق منصوص ہے۔ خوارج سے مراد صرف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد میں نکلنے والا گروہ ہی نہیں بلکہ وہ خوارج کا پہلا گروہ تھا۔ خوارج ایک ایسا فتنہ ہے جو گروہ در گروہ ظاہر ہوتا رہا اور اس کے لوگ دجال کے زمانے تک ظاہر ہوتے رہیں گے اور قیامت تک وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جن کا ظہور ہوا، وہ فتنہ الخوارج کے بانی تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی واضح نشانیاں بیان فرمادی ہیں، جن میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ہر دور میں نکلتے رہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوارج کا آخری گروہ دجال کے ساتھ اس کی حمایت میں نکلے گا۔“

شیخ الاسلام مزید لکھتے ہیں:

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تصریح فرمادی ہے کہ قیامت تک اس طرح کے مسلح اور باغی گروہ مسلمانوں کی ریاستوں اور معاشروں میں نکلتے رہیں گے۔ حدیث مبارک میں مذکور الفاظ: لا یزالون یخرجون کا واضح معنی یہ ہے کہ وہ سارے گروہ خوارج ہی ہوں گے اور یہ بغیر انقطاع کے تسلسل کے ساتھ پیدا ہوتے رہیں گے حتی کہ ان کا آخری گروہ قیامت سے قبل دجال کے ساتھ نکلے گا۔“ (فتویٰ، ص: ۵۴۳تا۵۴۸)

شیخ الاسلام کے امن بیانیہ کے امتیازات

دہشت گردی کے خلاف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے بیانیہ کے چند امتیازات ملاحظہ ہوں:

۱۔ اسلام بحیثیتِ دین بلاامتیاز رنگ و نسل تمام افرادِ انسانی کے حقوق کی حفاظت کا ضامن ہے۔

۲۔ اسلام تمام کرۂ ارضی پر بسنے والے انسانوں کو ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہوتے ہوئے حقِ زندگی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

۳۔ کسی ایک انسان کے ناحق قتل کو اسلام پوری دنیائے انسانی کا قتل قرار دیتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں کسی ایک شخص کی جان بچانے کو پوری دنیائے انسانی کی جان بچانا قرار دیتا ہے۔

۴۔ اسلام تمام مذاہب کے مذہبی مراکز و مقامات کی حفاظت کرنے اور ان کے مذہبی راہنماؤں کے قتل کی ممانعت اور ان کی زندگی کی حفاظت کا حکم دیتا ہے۔

۵۔ اسلام غیر مسلموں کے دیوتاؤں، معبودوں کی تحقیر و توہین اور ان کو سب و شتم کرنے سے منع کرتا ہے۔

۶۔ اسلام معاشرے کے تمام افراد کے ساتھ ہر قسم کے مذہبی تعصبات سے بالاتر ہو کر تکریمِ انسانی کا رویہ اپنانے اور باہمی عزت و احترام کا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

۷۔ اسلام ہر مذہب کی مذہبی کتب اور رسومات کا احترام کرنے کا درس دیتا ہے۔

۸۔ اسلام معاشرے میں ہر سطح پر کسی بھی قسم کا خوف و ہراس پیدا کرنا، افراتفری پیدا کرنا، دہشت گردی پھیلانا، فرقہ وارانہ منافرت پھیلانا، کسی بھی قسم کے تعصبات کو ہوا دینا، ایسے امور کو پسند ہی نہیں کرتا بلکہ سختی کے ساتھ ان تمام امور سے منع کرتا اور ان کو جرم قرار دیتا ہے۔

۹۔ اسلام نہ صرف مسلم شہری بلکہ غیر مسلم شہری کے مال و اسباب کو لوٹنے، چرانے یا اس کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کرتا ہے بلکہ ایسا کرنے پر بلاامتیازِ مذہب سزا کے لیے اسلامی حد نافذ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

۱۰۔ اسلامی ریاست جس طرح اپنے مسلم شہریوں کی عزت و ناموس، جان و مال کی حفاظت کرنے اور انہیں اندرونی و بیرونی جارحیت سے محفوظ رکھنے کی ذمہ دار ہے، اسی طرح اپنے غیر مسلم شہریوں کی

عزت و ناموس، جان و مال کی حفاظت اور انہیں اندرونی دشمنوں اور بیرونی حملہ آوروں سے بچانے اور ان کی جان و مال کی حفاظت کی بھی ذمہ دار ہے۔

۱۱۔ مراکزِ دینی، مساجد، خانقاہوں، درس گاہوں، ہسپتالوں پر حملے کرنا ظلم بھی ہے اور دینی و اخلاقی اور سماجی جرم بھی ہے۔

۱۲۔ نہتے اور معصوم انسانوں (مسلم ہوں یا غیر مسلم) کا قتل کفر کی مثل اور شرک کی طرح ظلمِ عظیم ہے۔

۱۳۔ ریاست کے حکمران فاسق و فاجر بھی ہوں تو ان کے خلاف مسلح بغاوت کرنا جائز نہیں۔ایسی صورت میں قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے حکمران طبقہ کی غلط پالیسیوں پر احتجاج اور ان کی اصلاح کے لیے وعظ و نصیحت کی صورت میں انہیں ان کی ذمہ داریوں اور ذاتی اصلاح کی طرف متوجہ کرتے رہنے کا عمل جاری رہے۔

۱۴۔ کسی بھی گروہ کو اپنے مذہبی عقائد پر قائم رہنے اور ان کے مطابق عمل کرنے، عبادت بجالانے کی مکمل اجازت ہے۔

۱۵۔ کسی بھی مذہب کے پیروکار کو عقیدہ و مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی مذہبی اختلاف کی وجہ سے کسی غیر مسلم کی جان و مال کا تلف کرنا حرام ہے۔

۱۶۔ اعتقادی اختلاف کی بنیاد پر کسی مسلمان کا قتل کرنا، اس کے مال و اسباب کا لوٹنا اور اس کی املاک کا تباہ کرنا، ایک ایسا جرم ہے جس پر مجرم کو سزا دینا حکومتِ وقت کا اہم فریضہ ہے۔

۱۷۔ خوارج امت سے کٹ جانے والا گروہ ہے جو مسلمانوں کو کافر قرار دے کر معاشرے میں خوف و ہراس پھیلاتا اور ایسی کارروائیاں کرتا ہے جو دہشت گردانہ ہیں۔ وہ مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کا خون بہانا جہاد اور دخولِ جنت کا ذریعہ گردانتے ہیں۔ یہ سب جاہلانہ اور باغیانہ روش ہے۔ ایسی کوئی کارروائی جہاد نہیں اور اس طرح مرنے والے خوارج جنت کے مکین نہیں بلکہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔

۱۸۔ خوارج انسانی لباس میں معاشرے کا ایک بدترین گروہ اور شرار الخلق ہیں جن کا قتل اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔

۱۹۔ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے کسی بھی شہری، گروہ اور تنظیم کے لیے ریاست کی اجازت کے بغیر مسلح جدوجہد کرنا اور بے گناہ شہریوں کی جان لینا جائز نہیں ہے۔ یہ ایک بغاوت ہے۔ ایسی حالت میں شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کرتے ہوئے پوری قوت سے ان شرپسندوں، فتنہ پروروں

اور امن دشمنوں کو کچلنا اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

۲۰۔ بالخصوص اسلامی ریاست کے حکمرانوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان وجوہ و اسباب و احوال و واقعات کا بڑی گہری بصیرت سے جائزہ اور ہر پہلو سے غور و فکر کرے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں ایسے گروہ اور ایسے افکار و نظریات نے جنم لیا ہے۔ اسی طرح ریاست خوارج اور ان کی دہشت گردانہ کاروائیوں، ان کے معاشرتی و سماجی، دینی و اخلاقی اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے سرکاری سطح پر ان اسباب و واقعات کا قلع قمع کرتے ہوئے ان کا ازالہ کرے اور شہریوں کو پر امن ماحول مہیا کرے۔

دہشت گردی کے خلاف شیخ الاسلام مدظلہ کا بیانیہ معاشرے کے اندر موجود فرقہ وارانہ دیواروں کو گرا کر تمام انسانوں کو الفت و محبت اور وحدت کی لڑی کی صورت میں پرونے کی عظیم کاوش ہے۔

شیخ الاسلام کے امن بیانیہ کی پذیرائی

دہشت گردی کے انسداد کے لیے قبلہ شیخ الاسلام کے پیش کردہ بیانیہ کو ہر سطح فقید المثال پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس بیانیہ کی عالمی سطح پر پذیرائی و مقبولیت متعدد پہلوؤں سے جدید سیاسی و تہذیبی تاریخ کے صفحات پر اپنے انمٹ نقوش مرتب کرچکی ہے۔ عالمِ مغرب اور یورپ کی مشہورِ عالم بڑی بڑی یونیورسٹیز سے تعلق رکھنے والے ماہرین سماجیات اور سیاسیات، کالم نگاروں، تجزیہ کاروں اور مفکرین کی بڑی تعداد نے شیخ الاسلام مدظلہ کے امن بیانیہ سے متعلق آگاہی حاصل کرنے اور دہشت گردی سے متعلق فتوی کا مطالعہ کرنے کے بعد برملا اس حقیقت کا اظہار کیا کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور اسامہ بن لادن کے اسلام میں فرق ہے اور ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ڈاکٹر طاہر القادری کا پیش کردہ دینِ اسلام جو کہ امن اور محبت کا درس دیتا ہے، وہی حقیقی اور اصلی اسلام ہے۔

اپریل 2019ء میں سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں OIC کے زیرِ اہتمام دہشت گردی اور انتہا پسندی کے سدِّباب کے لیے ایک کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں کثیر مسلم ممالک کے سربراہان، سفراء اور وفود نے شرکت کی اور دہشت گردی کے انسداد کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کانفرنس کے مشترکہ اعلامیہ میں 2010ء میں دہشت گردی اور خودکش بم دھماکوں کے خلاف جاری کردہ شیخ الاسلام کے مبسوط تاریخی فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے دہشت گردی کے انسداد کے لیے آپ کی لازوال کوششوں اور بے مثال خدمات کا تذکرہ آپ کا نام لے کر کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی شیخ الاسلام کے مرتب کردہ ''فروغِ امن نصاب'' کی تدوین و اجراء پر بھی آپ کو زبردست خراج

تحسین پیش کیا گیا جو یقیناً شیخ الاسلام کی شخصی علمی کمالات اور فکری صلابت کا عالمی سطح پر اعتراف اور تحریک منہاج القرآن کا اعزاز ہے۔

جملہ مغربی و یورپین ممالک نے بھی اسلام کے آفاقی پیغامِ امن اور دہشت گردی کے خلاف شیخ الاسلام کی کاوشوں کو نہ صرف سراہا بلکہ اس کی تائید و تصویب سے متعلق اپنے بیانات و آراء بھی مختلف صورتوں میں پیش کیے۔ عالمِ اسلام کے قدیم علمی مرکز جامعۃ الازہر مصر کی لجنۃ کی طرف سے شیخ الاسلام کے جاری کردہ دہشت گردی کے انسداد اور فتنہ خوارج سے متعلق مبسوط تاریخ فتویٰ پر مفصل تقریظ لکھی گئی اور اس میں فتویٰ کے مشتملات اور صاحب فتویٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اخذ کردہ نتائج، تجزیئے اور خوارج سے متعلق بیان کردہ شرعی حکم کے ساتھ مکمل اتفاق کرتے ہوئے اس کی تصویب کا سرٹیفکیٹ جاری کیا گیا۔

شیخ الاسلام کی امن کاوشوں کا اعتراف اس طرح بھی کیا گیا اور یہ اب جاری بھی ہے کہ مختلف عالمی اداروں اور حکومتوں کی طرف سے آپ کو ان گنت اعزازات کے ساتھ نوازا گیا۔ آپ کی حیات میں ہی آپ کی جہدِ مسلسل پر مشتمل علمی و فکری احوالِ حیات، آثارِ علمیہ، افکار و نظریات، علمی و فکری اثرات و امتیازات الغرض مختلف پہلوؤں اور حوالوں سے دنیا کی متعدد یونیورسٹیز میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں جاری کی جا چکی ہیں اور بہت سی یونیورسٹیز میں آپ کی شخصیت اور افکار پر تحقیق جاری ہے۔

خلاصۂ کلام

دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اس مبسوط فتویٰ اور دیگر علمی و فکری کاوشوں کو اگر پاکستان کے حالات و واقعات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ملکِ پاکستان کا خیر خواہ ہر دردمند اور مخلص پاکستانی شیخ الاسلام کو خراجِ تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہمارا وطن پاکستان اپنے قیام کے دن سے ہی فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی زد میں رہا ہے۔ ہر شہر اور قریہ میں شرک و بدعت کی منڈی ہمیشہ عروج پر رہی ہے۔ مساجد پر قبضے کا کاروبار بھی عروج پر رہا ہے۔ تحمل و برداشت اور رواداری کے الفاظ محض کتبِ لغت کی زینت ہی بن کر رہ گئے تھے اور معاشرتی طور پر اپنی معنویت کھو چکے تھے۔ ایسے میں قوم کا حساس طبقہ کسی ایسے خضر کی راہ تک رہا تھا جو اس کو مذہبی و اخلاقی اقدار اور سماجی رویوں کے تنزل اور تنگ نظری کے گرداب سے نکال کر اعلیٰ اخلاقی و انسانی اقدار اور نرم و ٹھنڈے رویوں کی چاشنی سے لطف آشنا کر کے وحدت کی لڑی میں پرو دے۔

چنانچہ رحمتِ حق کی طرف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی صورت میں پاکستانی قوم کو ایک ایسا مسیحا مل گیا جس نے تفرق و انتشار کے اس ماحول میں عشق و محبت رسول ﷺ کی جوت جگاتے ہوئے فرقہ واریت اور مذہبی گروہ بندیوں میں جکڑی ہوئی امت کو انتشار سے نکال کر باہمی اتحاد کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور مذہبی و سماجی رویوں میں اعتدال اور سوچ میں توازن پیدا کرنے پر زور دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا مذہبی محافل اتحادِ اسلامی کا عملی منظر پیش کرنے لگیں۔

بعد ازاں جب ملک کے اندر مذہب کے نام دہشت گردی کا بازار گرم کیا جانے لگا تو آپ نے پوری ایمانی قوت اور قومی جذبہ سے سرشار ہو کر میدان میں قدم رکھا اور دہشت گردی اور اس شیطانی عمل میں کردار ادا کرنے والے خوارج کو اپنے علمی، فکری اور عملی اقدامات سے بے نقاب کیا اور حقیقی اسلامی تعلیمات کا رُخِ روشن دنیا کے سامنے رکھا۔

فروغِ امن، دہشت گردی کے انسداد اور فتنہ خوارج کے خلاف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی بالعموم جملہ کاوشوں اور بالخصوص دہشت گردی کے خلاف فتویٰ کی پذیرائی کا ایک آفاقی رنگ یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اس وقت دنیا کے اندر پائے جانے والے تینوں الہامی مذاہب؛ یہودیت، مسیحیت اور اسلام سے وابستہ مفکرین و دانشوروں کے علاوہ غیر الہامی مذاہب جیسے ہندو مت، سکھ مت، بدھ مت وغیرہ کے پیروکار دانشوروں اور مفکرین سب نے نہ صرف اس بیانیہ کی حقانیت و صداقت کو تسلیم کیا بلکہ معروضی حالات اور عصری تقاضوں کے پیشِ نظر اس کو دنیائے انسانی کی ضرورت بھی قرار دیا ہے۔

یوں چشمِ فلک صدیوں بعد اس منظر کا نظارہ کر رہی ہے کہ ہر تہذیب، ہر مذہب کے پیروکار، ہر قوم، ہر نسل اور مختلف زبانیں بولنے والے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کے ہم آواز ہو کر عظمتِ مصطفوی اور دینِ محمدی کی عظمتوں کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔

تیری دانش نے کیا چشمِ جہاں کو خیرہ
تیرے افکار نے اسلام کو جدت دی ہے
تیرے سر پر ہے جو نعلینِ نبی کا سایہ
اب میں سمجھا کہ تجھے کس نے یہ جرأت دی ہے

ترانہ نظام المدارس

(حافظ عبدالجلیل قادری۔ اٹک)

علومِ حمیدہ کا کنزِ جدیدہ، نظام المدارس
یہ اس عہد کا ہے نظامِ چنیدہ، نظام المدارس

یہ پیاس علم و حکمت کے سب طالبوں کی
مٹائے گا ہو چاہے جتنی شدیدہ، نظام المدارس

سبھی علم و حکمت کا منبع و مرکز، درِ مصطفی ہے
یہی دے رہا ہے جہاں کو عقیدہ ، نظام المدارس

یہ میداں میں اترا یہ لے کر تمنا کہ سارے جہاں میں
پڑھے ہر کوئی بس نبی ﷺ کا قصیدہ ، نظام المدارس

نصاب اِس نے ایسا مرتب کیا ہے کہ ہونے نہ دے گا
مسلماں کے سر کو کہیں بھی خمیدہ ، نظام المدارس

جڑا رہ کے ماضی سے عہدِ رواں کے یہ سارے تقاضے
نبھائے کہ ہے یہ مکمل جریدہ ، نظام المدارس

یہی درس دے کر فلاحِ مکمل ہے جہدِ مسلسل
یہ رکھتا ہے خونِ مسلماں تپیدہ ، نظام المدارس

پذیرائی اِس کو ملی ہے کچھ ایسی ، یہ سب کہہ رہے ہیں
کہ برسوں کا لگتا ہے دیدہ شنیدہ ، نظام المدارس

23 مارچ
یومِ پاکستان
یومِ تجدیدِ عہد

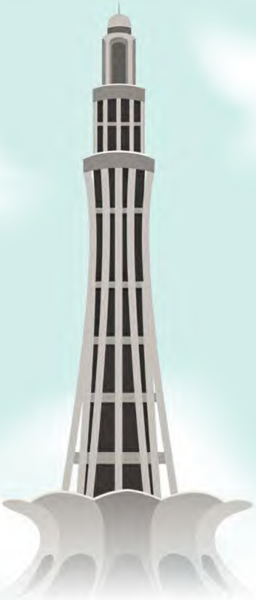

محمد یوسف منہاجین

اگر ہم عالمی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو اس میں ایسے دن اور مہینے ملتے ہیں جو تاریخ کے سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں مارچ کا مہینہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ 23 مارچ وہ تاریخ ساز دن ہے جب انگریزوں کی غلامی سے نجات پانے کے لیے قرارداد پاکستان کی منظوری دی گئی۔ اس قرارداد کی بنیاد پر قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنی غیر معمولی قابلیت، سیاسی بصیرت، جرأت مندی، پختہ عزم اور مسلسل جدوجہد کے ذریعے دنیا کے نقشے پر ایک نئی ریاست قائم کی جس کا وجود برصغیر کے مسلمانوں کی بقاء کے لیے ناگزیر تھا۔

قومی تاریخ کے کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں جو انتہائی فیصلہ کن ہوتے ہیں، اپنے اثرات کے لحاظ سے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں اور تاریخ کا رخ موڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسا ہی ایک لمحہ 23 مارچ 1940ء کو مسلمانوں کے لیے آیا، جب لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب منٹو پارک (اقبال پارک) میں لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع منعقد ہوا اور بنگال کے وزیر اعلیٰ مولوی فضل حق نے ایک قرارداد پیش کی جس کی تمام

مسلمانوں نے دل و جان سے حمایت کی۔ اس طرح 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلمانوں نے ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ کرکے اپنے مستقبل کا اعلان کر دیا۔

23 مارچ کو قرارداد کی منظوری کے بعد پاکستان کے قیام کی جدوجہد ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ قوم کو ایک واضح مقصد مل چکا تھا اور خوش قسمتی سے قائداعظم محمد علی جناح جیسے بصیرت رکھنے والے قائد کی قیادت بھی حاصل تھی جن کی رہنمائی نہ صرف حوصلہ افزا اور ولولہ انگیز تھی بلکہ ان کی سیاست؛ صداقت، دیانتداری اور اصولوں کی پختگی پر استوار تھی۔ دوسری عالمی جنگ کے اختتام تک مسلمانانِ ہند مسلم لیگ کے جھنڈے تلے مکمل طور پر یکجا ہو چکے تھے۔ 1945ء میں وائسرائے ہند لارڈ ویول نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی مقبولیت اور دیگر جماعتوں کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لئے انتخابات کرائے۔ کانگریس کے ایما پر قائم کیے گئے مسلمانوں کے نام نہاد متحدہ محاذ کی مخالفت کے باوجود مسلم لیگ نے ایک تاریخی کامیابی حاصل کی اور مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بن کر سامنے آئی۔ اس کے نتیجے میں ریاستِ پاکستان کا حصول اور زیادہ قریب تر ہو گیا۔

اکتوبر 1946ء میں ایک عبوری حکومت تشکیل دی گئی جس کی قیادت خان لیاقت علی خان نے کی۔ اس دوران حکومتی ایوانوں میں قائداعظمؒ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ اور قیام پاکستان کے لیے سیاسی جدوجہد کر رہے تھے، جبکہ دوسری طرف ہندو مسلم فسادات نے پورے ملک کو شدید متاثر کر لیا تھا، جس میں لاکھوں مسلمان شہید ہوئے۔ 3 جون کو تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان کیا گیا اور بالآخر 14 اگست 1947ء کو وہ مملکت وجود میں آئی جو مسلمانوں کی آرزو اور خواب تھی۔

23 مارچ: قیامِ پاکستان کی بنیاد کا دن

23 مارچ کا دن دراصل پاکستان کی بنیاد کا دن ہے۔ ہم ہر سال اس دن کو عقیدت اور جوش و جذبے سے مناتے ہیں۔ سرکاری و غیر سرکاری سطح پر تقاریب کا انعقاد، پریڈز، میڈیا پر مختلف پروگرامز، ایوارڈز کی تقسیم اور عوامی آگاہی کے لئے تشہیری مہمات کا چلنا ہر سال ہمارا معمول ہے۔ بلاشبہ زندہ اور ترقی یافتہ اقوام اپنے قومی دنوں کو شان وشوکت کے ساتھ مناتی ہیں، اپنے ہیروز اور محسنوں کو یاد کرتی ہیں اور اپنی آزادی کے

> **قوموں کی تاریخ میں کچھ لمحات فیصلہ کن ہوتے ہیں جن سے تاریخ کا دھارا بدل جاتا ہے، 23 مارچ 1940ء کا دن انہی میں سے ایک ہے**

سنگ میل اور جدوجہد کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرتی ہیں۔ ایسی قومیں اپنے تاریخی لمحوں کو زندہ رکھ کر، ان کے بارے میں آگاہی فراہم کرتی ہیں۔ ملک بھر میں اس مقصد کے لیے تقاریب، جلسے اور پروگرامز منعقد کیے جاتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا صرف یہ سب کچھ کر دینا کافی ہے۔۔۔؟ کیا ہم صرف اس دن کی مناسبت سے یہ سب اقدامات کر کے یوم پاکستان کے اصل مقصد کو پورا کر لیتے ہیں۔۔۔؟ کیا یہ سب کچھ قراردادِ پاکستان کی روح کے مطابق ہے۔۔۔؟ کیا یہ سب کچھ پاکستان کے بانیوں کے خوابوں کو حقیقت میں بدلنے میں مددگار ثابت ہو رہا ہے۔۔۔؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم ہر سال 23 مارچ کے دن ان تمام اقدامات کو بڑے جوش و جذبے سے کرتے ہیں، مگر کیا یہ سب پاکستان کے عوام کی حالت زار میں کوئی بہتری لا پاتے ہیں۔۔۔؟ کیا ہم اس دن کو منانے کے بعد، عوام کو کوئی حقیقی نوید یا خوشخبری دے پاتے ہیں۔۔۔؟

پاکستان کی موجودہ حالت کے پیش نظر یہ سوالات انتہائی اہم ہیں۔ ہمارے ملک میں فرقہ واریت، مذہبی تناؤ اور امن و امان کی صورتحال بہت زیادہ پیچیدہ ہو چکی ہے۔ کبھی مذہب کے نام پر کشیدگی پیدا کی جاتی ہے، کبھی اسلامی مسالک کے درمیان تصادم کروایا جاتا ہے اور کبھی سکیورٹی فورسز کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں جب یومِ پاکستان آتا ہے، تو پاکستانی عوام ایک خوف اور بے یقینی کے ماحول میں ہوتے ہیں۔

یومِ پاکستان کا اصل مقصد صرف جشن منانا یا علامتی طور پر کسی دن کو منانا نہیں بلکہ یہ دن ہمیں اپنے اندر کی نفرتوں، فرقہ واریت اور مذہبی تفریق کو ختم کرنے کا عہد کرنے کا دن ہے کہ ہم اس دن اپنے ملک کے ہر شہری کو بلا تفریق تحفظ فراہم کریں گے۔۔۔؟ ہم اقلیتوں کے حقوق کا احترام کریں گے۔۔۔؟ ہم رواداری، برداشت اور انسانیت کی تعلیمات پر عمل کریں گے۔۔۔؟ آج کے دن ہمیں نئی نسل کو بتانا ہوگا کہ وہ

کون سی وجوہات تھیں جنہوں نے ہمیں ایک آزاد مملکت کی ضرورت پر مجبور کیا۔۔۔ وہ کون سے حالات تھے جن میں ہم نے بے شمار قربانیاں دیں اورایک علیحدہ ریاست کے قیام کا عزم کیا۔۔۔ آزادی کے بعد ہمیں کس کٹھن اور مشکل حالات کا سامنا تھا اور آج ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے برصغیر کی تقسیم اور مسلم لیگ کے الگ وطن کے مطالبہ کی مقبولیت کا جائزہ لینے کے لئے انتخابات کا اعلان کیا

جب سے اسلامی جمہوریہ پاکستان قائم ہوا ہے، اس وقت سے لے کر اب تک اس ملک میں آباد جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور غلام ذہنیت رکھنے والے مفاد پرستوں نے اس ملک کے معصوم اور سادہ لوح عوام کو اپنے تسلط میں رکھنے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کیا ہے۔آج یہ سوال ہر درد مند پاکستانی کو بے قرار کردیتاہے کہ کیا یہ وہی پاکستان ہے جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔۔۔ جس کے لیے سرسید احمد خان نے دو قومی نظریہ پیش کیا۔۔۔ اور جس کے حصول کے لئے قائدا عظم محمد علی جناح کی جرأت مندانہ قیادت میں برصغیر کے جمہوریت پسندوں نے اپنی جانوں کی بازی لگا دی۔۔۔؟ آج معاشرے میں طاقتور، کمزور کو دبا رہا ہے۔۔۔ سرمایہ دار اس ملک کے مزدوروں کے حقوق کو سلب کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔۔۔اور ہر مقہور طبقہ چند طاقتوروں کے سامنے بے بس ولاچارہے۔

اگر واقعی ہمیں اس ملک اور اس کے عوام کی خوشحالی، تحفظ اور بہتری کے لئے کچھ کرنا ہے تو 23 مارچ 1940 کی قرارداد کے متن پر عمل درآمد کو یقینی بنانا ہوگا۔اس کے مطابق طاقتوروں کو کمزوروں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آنا ہوگا اور جنونیت کے خاتمے کے لئے برداشت و رواداری کا پرچار کرنا ہوگا۔پاکستان کی عوام کو وہ خوش خبری دینی ہوگی جس کا ذکر علامہ اقبال نے کیا تھا۔ملک میں معاشرتی استحکام کے لیے جذباتی اور تیز تقاریر کے بجائے مدلل مکالموں کا رواج ڈالنا ہوگا۔وطن کی محبت ہر فرد کے دل میں زندہ کرنی ہوگی۔ریاست کے ہر ستون اورہر سیاسی ومذہبی جماعت اور کارکنوں کو ملک و ملت کی ترقی

کے لئے جدوجہد کرنی ہوگی۔ آخرکار، پاکستان کے ہر ادارے اور ہر شہری کو یہ سمجھنا ہوگا کہ اگر وہ اچھا کام کریں گے تو پاکستان کی ترقی اور نیک نامی میں اپنا حصہ ڈالیں گے اور اگر وہ برا کام کریں گے تو پاکستان کے زوال میں ان کا بھی حصہ ہوگا۔اس لئے ملک کی بقاء اور سلامتی کے لیے فوری اور مؤثر اقدامات کرنا انتہائی ضروری ہیں۔

یومِ پاکستان کا اصل پیغام یہی ہے کہ ہم اپنے عوام کو ایک پُرامن، خوشحال اور مساوات پر مبنی معاشرہ فراہم کریں۔ جب تک ہم اپنے اندر کی منفی سوچوں، فرقہ واریت، اور عدمِ برداشت کو ترک نہیں کرتے، اس دن کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو گا۔ یوم پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب کے حقوق کا یکساں تحفظ کریں، ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کریں اور ہر شہری کو یکساں حقوق فراہم کریں۔

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج ہم نہ معاشرتی سطح پر محب الوطنی کی تعلیم دیتے ہیں، نہ ہی ہمارا میڈیا اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح نبھا رہا ہے۔اب 23 مارچ، 14 اگست اور دیگر قومی ایام (حکومتی رسمی تقریبات کے علاوہ)یوں گزر جاتے ہیں جیسے کسی کی برسی ہو۔ہر طرف ایک خاموشی چھائی ہوتی ہے، نہ بچوں میں وہ جوش و جذبہ ہوتا ہے، نہ بڑوں میں اپنے وطن کے لیے وہ محبت اور ہمدردی کا جذبہ، ایک عجیب سی مایوسی، بددلی اور شکستگی نے ہمارے عوام کو گھیرا ہوا ہے۔اس وقت ہمیں حب الوطنی کے جذبات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی جذبہ ہمیں ایک قوم بناتا ہے۔۔۔ اتحاد و یکجہتی کا پیغام دیتا ہے۔۔۔ یہی وہ جذبہ ہے جو ہمیں وطن کے لیے اپنی جان و مال کی قربانی دینے کی ترغیب دیتا ہے۔آج من حیث القوم ہم زوال کا شکار ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا، کے مصداق ہمیں اپنے زوال کو عروج میں بدلنے کی بھی کوئی فکر نہیں۔

آج ہمیں ان سوالات پر غور کرنا ہوگا:

۱۔ کیا ہمارا کردار ہمارے ملی جذبات کی عکاسی کرتا ہے؟

۲۔ کیا ہم ذاتی مفادات کو ملک و قوم کے مفاد سے مقدم سمجھتے ہیں؟

۳۔ آج کیا ہم نے اپنی نوجوان نسل کی اعتدال و رواداری کی اقدار پر مناسب تربیت کی ہے یا اس پر کبھی اجتماعی طور پر غور کیا ہے؟

۴۔ کیا ہمارے تعلیمی ادارے، خانقاہیں اور میڈیا اپنی ذمہ داریاں درست طریقے سے ادا کر رہے ہیں؟ کیا یہ طبقات حب الوطنی، مذہبی رواداری، اخلاق و کردار اور اپنی تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے میں کردار ادا کر رہے ہیں؟

۵۔ کیا ہمارے حکمرانوں کی ترجیحات نوجوانوں کی علمی، فکری، روحانی، اخلاقی اور پیشہ وارانہ تربیت کے حوالے سے واضح ہیں اور وہ ریاستی وسائل کو اس سلسلہ میں مؤثر طریقے سے استعمال کر رہے ہیں؟

۶۔ کیا ہم اپنے بچوں کی تربیت اور تعلیمی نصاب کو اس انداز میں مرتب کر رہے ہیں جو ہماری قومی اساس سے ہم آہنگ ہو؟

اگر ان سوالات کے جوابات نفی میں ہوں، تو یہ سمجھا جائے کہ ہم غلط راستے پر گامزن ہیں اور حب الوطنی کے تقاضوں پر پورا نہیں اُتر رہے۔ یہ صورت حال ریاست کے جمیع ستونوں، پالیسی سازوں، دانشوروں، سیاستدانوں، ریاستی اداروں اور عوام کے لیے ایک سنگین انتباہ ہے۔

خلاصۂ کلام

یومِ پاکستان مناتے وقت ہمیں اپنے داخلی و خارجی مسائل کا ہر زاویہ سے جائزہ لینا چاہیے، کیونکہ یہ زندہ اور بیدار قوموں کا معمول ہے۔ پاکستان عالمی اور علاقائی امن و سکون کی اہمیت اور ضرورت کو بخوبی سمجھتا ہے، اسی لیے وہ عالمی ضابطوں کے مطابق پرامن طریقے سے اپنے مسائل حل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ پاکستان ہمسایہ ممالک کے ساتھ برابری اور باہمی تعلقات کی بنیاد پر دوستانہ تعلقات کا خواہاں ہے لیکن وہ تسلط، جارحیت اور توسیع پسندی کے خلاف ہے۔ پاکستان کو اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا مرکز بنانے، دوسرے ممالک کے ساتھ برابری کی بنیاد پر تعلقات قائم کرنے اور بین الاقوامی برادری میں ممتاز و معتبر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ پاکستانی عوام کو یکجہتی اور ہم آہنگی کی تمام ضروریات فراہم کی جائیں۔ انہیں یہ احساس دلایا جائے کہ وہ تحریکِ پاکستان کے دوران جو جذبہ رکھتے تھے، اسی کو دوبارہ زندہ کریں تو وہ پاکستان کو ایک عظیم اسلامی اور فلاحی مملکت بنا سکتے ہیں اور بیرونی سازشوں کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ جب قومیں بیدار، متحد اور منظم ہوتی ہیں تو وہ اپنے مقاصد میں کامیاب اور کامیاب رہتی ہیں۔

آج جب ہم 23 مارچ کے موقع پر یوم پاکستان منا رہے ہیں تو ہمیں تحریک پاکستان کے بنیادی اصولوں اور حقیقی فکرو نظریہ کی تجدید کرنی چاہیے اور قائداعظمؒ کے افکار کی روشنی میں پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی ریاست بنانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں وقف کرنے کا عہد کرنا چاہیے۔ 23 مارچ کا دن ہر سال اہل پاکستان کو اس جذبے کی یاد دلاتا ہے جس نے قیام پاکستان کی بنیاد رکھی۔

یوم پاکستان کی حقیقی افادیت تب ہی سامنے آئے گی جب ہم اپنے ملک کو پُرامن بنانے کی طرف قدم بڑھائیں گے۔اس سفر کے لیے ہمیں اپنی منفی انا، فرقہ واریت اور بداعتمادی وناامیدی کو ترک کرنا پڑے گا۔۔۔ اس سفر میں ہمیں ایک دوسرے کے حقوق کا تحفظ کرنا ہوگا۔۔۔ اور ان تمام سماجی تفریقوں کو ختم کرنا ہوگا جو ہماری معاشرتی ہم آہنگی میں رکاوٹ بنتی ہیں۔۔۔ ہمیں تحمل، برداشت اور محبت کے اصولوں پر عمل کرنا ہوگا۔۔۔ اور ہر فرد کی جان و مال کی عزت کرنی ہوگی۔

یہ سفر کوئی آسان سفر نہیں ہے لیکن اگر ہم سب مل کر اس مقصد کے لیے عزم و ارادے کے ساتھ چلیں تو ہم اپنے ملک کو ایک پُرامن ملک بنا سکتے ہیں، جہاں امن، محبت، اور مساوات کا دور دورہ ہو۔ یہ صرف ایک خواب نہیں بلکہ ہماری اجتماعی کوششوں سے حقیقت بن سکتا ہے۔اس سفر کا آغاز ہم سب کو مل کر کرنا ہوگا تاکہ پاکستان کو دنیا کی سب سے پُرامن اور خوشحال ریاست بنا سکیں۔یوم پاکستان پر ہمیں عہد کرنا چاہیے کہ ہم اس پُرامن سفر کی طرف قدم بڑھائیں گے اور پاکستان کو ایک ایسی سرزمین بنائیں گے جہاں سے پوری دنیا امن کا پیغام سیکھے اور محبت کا درس حاصل کرے۔ آیئے! اس یوم پاکستان پر ہم عہد کریں کہ ہم پاکستان کو پُرامن بنانے اور اقوامِ عالم میں اس کو اعلیٰ مقام دلوانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں گے اور ہم مملکت خداداِد پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

چیئرمین سپریم کونسل کا دورۂ یورپ

خصوصی رپورٹ

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے یورپ کا تنظیمی دورہ کیا۔ وہ اپنے اس دورہ کے دوران ناروے، سویڈن، اٹلی، آسٹریا، سپین، پرتگال، جرمنی گئے جہاں انہوں نے سیرت النبی ﷺ کانفرنسز، ورکرز کنونشنز، تنظیمی اجلاس اور سول سوسائٹی و علمائے کرام کے ساتھ خصوصی ملاقاتوں میں اظہار خیال کیا۔ اس دورہ کے دوران کانفرنسز میں متعلقہ ملکوں کے پاکستانی سفرائے کرام، آفیشلز، پاکستانی کمیونٹی کی ممتاز شخصیات اور سول سوسائٹی کے نمائندوں نے بھرپور شرکت کی۔

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے اس دورہ کے دوران اُن کی شہرۂ آفاق دو جلدوں پر مشتمل تصنیف ''دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور'' کی نہایت شاندار تقاریب رونمائی کا اہتمام کیا گیا اور شرکاء کی طرف سے ایک شاندار تحقیقی مواد مرتب کرنے پر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کو والہانہ انداز میں خراج تحسین پیش کیا گیا اور اس بات کی تعریف کی گئی کہ پچھلے ایک ہزار سال کی تاریخ میں دستور مدینہ اور ریاست مدینہ پر اتنا ضخیم مواد سامنے نہیں آیا جو ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اپنی دو جلدوں پر مشتمل اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ مختلف ملکوں کے اندر ہونے

والی ان تقاریب رونمائی میں شرکاء نے اس بات پر بھی خوشی کا اظہار کیا کہ یہ تحقیق انگریزی، عربی اور اردو زبان میں موجود ہے۔

ا۔ بحرین: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اپنے اس دورہ کے دوران بحرین بھی گئے۔ دورہ بحرین کے موقع پر اُن کی شاہ بحرین شیخ حمد بن عیسیٰ آل خلیفہ سے ملاقات بھی ہوئی اور شاہ بحرین کی خصوصی دعوت پر سخیر پیلس میں اُن کے اعزاز میں ظہرانہ کا اہتمام بھی کیا گیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شہرۂ آفاق انگریزی ترجمہ قرآن ''دی مینی فیسٹ قرآن''، ''قرآن آن مینجمنٹ'' اور اپنی عربی تصنیف ''دستور مدینہ'' سمیت مختلف کتب تحفہ میں دیں۔ شاہ بحرین نے اُمت مسلمہ کے اتحاد، فروعی اختلافات کے خاتمہ اور اجتماعیت کو فروغ دینے کے ضمن میں ان کاوشوں کو سراہا۔

یہ بات لائق تحسین ہے کہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی عالم اسلام کے ایک اہم ملک کے سربراہ سے ملاقات ہوئی اور اُنہیں منہاج القرآن کی طرف سے اتحادِ اُمت، فروغِ علم و امن، انتہا پسندی کے خاتمے کے حوالے سے انجام دیئے جانے والے کردار کو نمایاں کرنے کا موقع ملا۔

۲۔ ویانا (آسٹریا): اس دورہ کی دوسری اہم سرگرمی یہ تھی کہ اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر ویانا میں یونیورسل پیس فیڈریشن کی طرف سے انہیں خصوصی طور پر مدعو کیا گیا جہاں اُنہوں نے امن کی اہمیت پر نہایت فکر انگیز خطاب کیا اور امنِ عالم کے نکتہ آغاز کے حوالے سے ریاستِ مدینہ کے انتظامی ماڈل کو بطور ثبوت پیش کیا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ویانا میں اپنے خطاب میں اس بات

پر روشنی ڈالی کہ میثاق مدینہ اور ریاست مدینہ کا انتظامی ماڈل آج بھی کثیر المذاہب و کثیر الثقافتی معاشروں کے لئے ایک قابل عمل انتظامی ماڈل ہے۔ عالمی امن کے لئے باہمی و بین الاقوامی اقدار و روایات کا احترام ضروری ہے۔ بطور سربراہ ریاست مدینہ آپ ﷺ نے بین المذاہب رواداری کی خوبصورت مثالیں قائم کیں۔ مختلف مذاہب کے نمائندوں اور قبائل کے ساتھ نہ صرف معاہدات کئے گئے بلکہ اُنہیں جان ومال کا تحفظ اور مذہبی اقدار و روایات کی پاسداری کی مکمل گارنٹی دی گئی۔

اس کانفرنس کے غیر اسلامی شرکاء آپ کے خطاب کو نہایت توجہ کے ساتھ سنتے رہے اور پیغمبرِ اسلام کی بین المذاہب رواداری کے ضمن میں تعلیمات پر وہ حیران و ششدر تھے کہ اس طرح کا اسلامی بیانیہ اس سے قبل اُن کی سماعتوں سے نہیں ٹکرایا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ویانا میں اسلام اور پاکستان کے امن بیانیے کی نہایت شاندار اور دبنگ انداز میں ترجمانی کی۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کانفرنس میں شریک اسلامی و غیر اسلامی ممتاز شخصیات کو اپنی کتاب دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور مطالعہ کے لئے تحفہ میں دی۔

۳۔ ناروے: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ناروے میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کیا اور یہاں اُن کی کتاب ”دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور“ کی تقریب رونمائی ہوئی۔ تقریب رونمائی میں پاکستانی کمیونٹی، سفرا اور مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی ممتاز شخصیات نے شرکت کی۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اس موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ریاست مدینہ کی بنیاد عدل و انصاف، مساوات، اتحاد و یکجہتی، مالی و انتظامی شفافیت، مواخات اور نظم و ضبط پر رکھی۔ جو ملک بھی ان اوصاف سے متصف ہو گا وہ ترقی کی منزلیں طے کرے گا اور جن قوموں نے ان بنیادی اصولوں کو نظر انداز کیا وہ غربت، جہالت اور بدانتظامی کی چکی میں پس رہی ہیں۔

تقریب میں پاکستان کے سفیر آصف حمید نے بھی شرکت کی اور اظہار خیال کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی گلوبل پیس کے لئے خدمات اور بین المذاہب رواداری کے لئے عملی کوششوں کو سراہا۔ تقریب میں صدر منہاج یورپین کونسل بلال اوپل اور دیگر احباب نے خصوصی شرکت کی۔

☆ منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ناروے (اوسلو) میں ورکرز کنونشن سے نظم وضبط، اتحاد اور لیڈرشپ کے موضوع پر خطاب کیا اور کہا کہ کسی بھی شعبہ میں محنت اور خدمات کے مطلوبہ نتائج نظم وضبط، ٹیم ورک اور قیادت کی مہیا کی گئی گائیڈ لائن پر عمل پیرا رہنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ فیصلہ کن نتائج کیلئے اطاعت امیر مرکزی نکتہ ہے۔ جب آپ کسی تحریک کے نصب العین اور نصب العین دینے والوں کو اپنا قائد تسلیم کرتے ہیں تو پھر مکمل وابستگی قائم رکھتے ہوئے قائد کے دیئے ہوئے لائحہ عمل اور ان کی ہدایات پر مکمل عمل کریں۔ عمل اور کامل اطاعت کے بغیر محبت کے دعوے کھوکھلے ہوتے ہیں۔ اطاعت امیر، نظم وضبط اور اتحاد کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ نظم وضبط کے بغیر سالوں کی محنت اور کارنامے خالی صفحات کی مانند ہوتے ہیں۔

تقریب میں ناروے کے مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والے کارکنان نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی۔

۴۔ پرتگال: منہاج القران انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے پرتگال میں منعقدہ عظیم الشان سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کیا۔ مقامی تنظیمی عہدیداروں اور سول سوسائٹی کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ انہوں نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام امن، محبت اور رحمت کا دین ہے۔ پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے انسانی حقوق کا تصور دیا اور کمزور طبقات کے حقوق کا تحفظ کیا۔ اسلام بین المذاہب رواداری اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے۔ تحریک منہاج القرآن پاکستان کے اندر اور پاکستان سے باہر اتحاد و یکجہتی کی فضا ہموار کر رہی ہے۔ اسلام نے فرقہ واریت کی نفی کی ہے۔ نفرتوں کو پھیلانے والے اُمتِ محمدیہ کو کمزور کر رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی جھلک ہر فرد کے کردار میں نظر آنی چاہیے۔

کانفرنس میں منہاج القرآن پرتگال کے ذمہ داران، عہدیداران اور کارکنان کے ساتھ ساتھ مقامی کمیونٹی کی معزز شخصیات نے بھرپور شرکت کی۔

۵۔ جرمنی: چیئرمین سپریم کونسل نے مرکزی جامع مسجد اقصیٰ جرمنی کوبلنز اور فرینکفرٹ میں منعقدہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں میثاقِ مدینہ اور فلاحی ریاست کے تصور کے موضوع پر خطاب کیا۔

انہوں نے کہا کہ میثاقِ مدینہ انسانی تاریخ کا پہلا تحریری آئین ہے جو مثالی طرزِ حکمرانی کی تمام بنیادی شرائط پر پورا اترتا ہے۔ میثاق مدینہ انسانی حقوق، آزادی اظہار، عدل و مساوات، انسانی جان و مال کے تحفظ اور بین الاقوامی تعلقات کے قیام سے متعلق راہ نما اصول مہیا کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ سے ناواقفیت کی وجہ سے مغربی دساتیر کو ابتدائی دساتیر قرار دیا جاتا ہے، یہ فکری مغالطہ ہے۔ میثاقِ مدینہ ایک انقلابی سماجی معاہدہ تھا جو مسلمانوں اور دیگر مذہبی طبقات کے درمیان طے پایا۔ میثاق مدینہ مضبوط سیاسی اور اقتصادی ماڈل بھی مہیا کرتا ہے۔

اس موقع پر تحریک منہاج القرآن کے مرکزی رہنما، معزز شخصیات اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ممتاز افراد نے شرکت کی۔

۶۔ ڈنمارک: منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ڈنمارک میں مقامی مسلم کمیونٹی منہاج القرآن کے راہ نماؤں اور سول سوسائٹی کی جانب سے منعقدہ خصوصی فکری، سماجی تقریب سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک باعمل مسلمان کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ آزمائشیں آگے بڑھنے کے لئے ہوتی ہیں۔ نوجوان ثابت قدم رہنا سیکھیں۔ استقامت اور

ثابت قدمی کامیابی کی ضامن ہے۔ آپ ﷺ نے مکی دور میں سوشل بائیکاٹ، شعب ابی طالب کی محصوری اور وادئ طائف جیسے اذیت ناک واقعات کا صبر و استقامت کے ساتھ سامنا کیا اور اس استقامت کی برکات سے اللہ رب العزت نے ریاست مدینہ کے قیام کے انعام سے نوازا۔ نوجوان حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو رول ماڈل بنائیں، مقصد حیات کی واضحیت اور استقامت اختیار کریں۔ علم و تحقیق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں، یہی کامیابی کے راستے ہیں۔

تقریب سے منہاج القرآن انٹرنیشنل سویڈن کے ڈائریکٹر دعوت و تربیت علامہ اویس اقبال قادری، ڈنمارک کے سینئر نائب صدر حافظ سجاد احمد، جنرل سیکرٹری شاہ نواز اوپل نے اظہار خیال کیا اور منہاج القرآن کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں پر بریفنگ دی۔

☆ منہاج اسکول آف اسلامک سائنسز ڈنمارک کے زیر اہتمام ڈنمارک کی تاریخ میں کانووکیشن کی سب سے بڑی تقریب منعقد ہوئی جس میں چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت کی۔ اس عظیم الشان تقریب میں 700 سے زائد افراد نے شرکت کی جبکہ 325 طلبہ و طالبات کو تعلیمی کامیابیوں پر اسناد اور اعزازات سے نوازا گیا۔ تقریب میں مختلف تعلیمی شعبوں کے طلبہ کو اسناد دی گئیں جن میں درسِ نظامی، تفسیر القرآن، تحفیظ القرآن، اردو و اسلامیات، ناظرہ کلاسز اور "عرفان اکیڈمی" شامل تھیں۔ جامعۃ الازہر کے پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالدائم الجندی اور مصر کے سفارت خانے کے نمائندے محمد اشرف نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ منہاج یورپین کونسل اور منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈنمارک کے قائدین سمیت کمیونٹی کی ممتاز شخصیات بھی اس موقع پر شریک تھیں۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اپنے خطاب میں کہا کہ منہاج القرآن پاکستان اور پاکستان سے باہر آباد مسلم خاندانوں کے بچوں کی دینی و دنیاوی تعلیمی ضروریات پوری کرنے کے لئے تعلیمی ادارے قائم کر رہا ہے، ان تعلیمی اداروں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ سکالرز، اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے منہاج سکول آف اسلامک سائنسز ڈنمارک کے 36 سے زائد اساتذہ کو بہترین تدریسی خدمات انجام دینے پر مبارکباد دی۔ انہوں نے کہا کہ اُمت کا خوشحال مستقبل اعلیٰ تعلیم کے ساتھ وابستہ ہے۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی دینی مساعی میں فروغ علم سرفہرست ہے۔ مسلمان جب تک علم و تحقیق سے وابستہ تھے ایجادات کے ذریعے انسانیت کی خدمت کر رہے تھے، ہمیں پھر سے اپنا وہی علمی، تحقیقی مقام حاصل کرنا ہے۔

کانووکیشن میں MQI ڈنمارک کی مرکزی قیادت اور جملہ ذیلی تنظیمات کے عہدیداران اور کارکنان نے خصوصی شرکت کی۔

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا دورۂ سندھ

خصوصی رپورٹ

صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے ماہ فروری 2025ء میں کراچی اور اندرون سندھ کا تنظیمی، دعوتی دورہ کیا۔ اس دورہ کے دوران کراچی میں شاندار پروگرامز، سیمینارز اور سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے تاریخی خطاب کیا۔ صدر منہاج القرآن نے اپنے اس دورہ کے دوران حیدرآباد، ماتلی، دمبالو، ٹنڈو جان محمد، نواب شاہ، درگاہ پیر ذاکری سکرنڈ، کرونڈی شریف، لاڑکانہ اور ڈہرکی میں عوامی سطح پر عظیم الشان کانفرنسز اور سیمینارز میں شرکت کی اور خطابات کئے۔ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے ان پروگرامز میں علماء ومشائخ، سیاسی، سماجی راہ نماؤں، منہاج القرآن کے کارکنان اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مرد و خواتین کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ دورے کے انتظام وانصرام نائب ناظم اعلیٰ سندھ مظہر محمود علوی نے کئے اور ان تمام پروگرامز کے حوالے سے بہترین کوآرڈینیشن کی اور صدر منہاج القرآن کے اس دورہ کو تاریخی بنانے کے حوالے سے سخت محنت کی۔

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اپنے خطابات میں امن، محبت، رواداری اور اعتدال پسندی کی تعلیمات کو عام کیا۔ اُن کا کہنا تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حیات طیبہ کا ہر لمحہ نفرتوں کو ختم کرنے، اللہ کی توحید بیان کرنے اور انسانیت کے لئے آسانیاں پیدا کرنے پر محنت کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی اسی سُنت مبارکہ کی متابعت میں منہاج القرآن اتحادِ اُمت اور انسانی

خدمت پر محنت کر رہا ہے اور قرآن و سُنت کی حقیقی تعلیمات کا پیغام دے رہا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اپنے اس تاریخی دورہ کے موقع پر اسلامیان سندھ و دیگر کمیونٹیز کو یہ پیغام دیا کہ تنگ نظری، نفرت، شدت پسندی اور انتہا پسندی کو اپنے ماحول سے دور کر دیں۔ سندھ کی دھرتی امن سے محبت کرنے والوں کی دھرتی ہے۔ سندھ باب الاسلام ہے۔ سندھ ہزاروں سال کے تاریخی، تہذیبی ورثوں کو محافظ خطہ زمین ہے۔ سندھ پہلے بھی مصطفوی مشن کا مرکز تھا، سندھ اب بھی مصطفوی مشن کا عظیم قلعہ ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے میرپور بھٹورو، ٹنڈو محمد خان، ماتلی، دمبالو، ڈگری ،اسلام کوٹ، میروا، میرپور خاص سٹی، شہداد پور، ٹنڈو آدم، دولت پور، بھریا، مورو، بھان سید آباد، سیہون شریف، دادو، خیرپور ناتھن شاہ، اگڑہ لاڑکانہ، میرو خان، شہداد کوٹ، شکارپور، سلطان کوٹ، تنگوانی، ٹھل، جیکب آباد، گھوٹکی، میرپور ماتھیلو اور ڈھرکی کی تنظیمات کی بہترین ورکنگ پر مبارکباد دی اور بطورِ خاص تحریک منہاج القرآن کراچی کے زیرِ اہتمام رحمۃ للعالمین کانفرنس اور یوتھ سیمینار، حیدرآباد میں اتحاد امت کانفرنس، دمبالو میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس، نواب شاہ میں فقید المثال شان اہل بیت علیہم السلام کانفرنس، لاڑکانہ میں شیخ الاسلام کانفرنس اور ڈھرکی میں عظیم الشان شانِ مصطفی ﷺ کانفرنس کے مثالی انتظامات کو سراہا۔

اسی دورہ سندھ کے دوران درگاہ پیر ذاکری سکرنڈ میں پیر سید منیر شاہ جیلانی ذاکری صاحب کی میزبانی میں عظیم الشان مشائخ کانفرنس ہوئی۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کے پلیٹ سے لاڑکانہ میں سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کانفرنس اور چیمبر آف کامرس نواب شاہ میں بھی علمی و فکری سیشن ہوا۔ صدر منہاج القرآن نے تاریخی سیمینارز اور کانفرنسز کے مثالی انتظامات پر میر سیف اللہ خان بھنگر، ریاض احمد نقشبندی، شبیر احمد کھرل، حفیظ اللہ بلوچ، علی محمد شاہ شیرازی قادری، کلیم جٹ ایڈووکیٹ، کاشف قادری، سعید میمن، انور قریشی، غلام حسین منہاجین، فہیم اکبر عباسی، سید زاہد علی شاہ بخاری، یونس دھامرہ، حفیظ اللہ شاہ، عزیز شیخ، دیدار علی سومرو، وقار یونس قادری، نایاب انصاری، زوہیب حسین، حافظ کاشف کمبوہ، حافظ جمن، علامہ کامران، میر ارشد، محمد مٹھل انصاری، طارق مصطفوی، فرحان منہاج، محمد رضا، نبی بخشش، عدنان شاہ، حاجی عبدالرزاق، انعام نیازی، سمیع اللہ سریانی، محمد شفیع لاڑک کو مبارکباد دی۔ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے منہاج القرآن ویمن لیگ حیدرآباد، ڈگری، نواب شاہ، مورو، بھان سید آباد، دولت پور، شہداد پور اور لاڑکانہ کی خواتین عہدیداروں کو مبارکباد دی اور پاکستان عوامی تحریک سندھ کے صدر ندیم نقشبندی، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن سندھ کے کوآرڈینیٹر

میر سیف اللہ خان بھنگر، سوشل میڈیا ہیڈ تحریک منہاج القرآن سندھ محمد مٹھل انصاری، مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ سندھ کے صدر یاسر کھوسو، منہاج یوتھ لیگ سندھ کے صدر غلام مصطفیٰ بلوچ، منہاج القرآن علماء کونسل کے مرکزی ناظم علامہ اشفاق احمد چشتی اور منہاج القرآن ویمن لیگ سندھ کی مرکزی ناظمہ باجی صائمہ نور صاحبہ کو مثالی انتظامات پر مبارکباد دی۔

بینائے اُمت سیمینار

منہاج القرآن انٹر نیشنل کے صدر پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا کراچی میں بینائے اُمت سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہنا تھا کہ انسانیت کی بہترین خدمت علم کا نور بانٹنا ہے۔ منہاج القرآن اور شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے نسلوں کی تعلیم و تربیت کے مثالی ادارے قائم کئے۔ شیخ الاسلام نے اپنی علمی و تحقیقی خدمات سے اُمتِ مسلمہ کو ایک ایسا خزانہ عطاء کیا ہے جو رہتی دنیا تک تشنگانِ علم کی علمی پیاس بجھاتا رہے گا۔ انہوں نے ہزارہا کُتب کی صورت میں مستند علم دیا۔ انہوں نے محض سوانح نہیں بلکہ سیرت کے ہر پہلو کو قرآن و سنت کی روشنی میں اجاگر کیا۔ اغیار نے ہمیشہ نوجوانوں کے دلوں کو عشق مصطفی ﷺ سے خالی کرنے کی سازشیں کیں۔ شیخ الاسلام کی سیرت نگاری کا مرکز و محور فروغِ عشق مصطفی ﷺ ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنے خطابات اور تصانیف کے ذریعے اُمت کا یہ شعور دیا کہ سیرت نبوی ﷺ صرف تاریخی بیان نہیں بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں راہ نمائی کا مکمل ضابطہ ہے۔

شیخ الاسلام کی تجدیدی خدمات ہر پہلو سے ہمہ جہتی ہیں۔ آپ نے اتحادِ اُمت، اُخوت و بھائی چارہ، بین المسالک ہم آہنگی، بین المذاہب رواداری، فلاحی و تعلیمی اُمور کے ساتھ ساتھ رجوع الی القرآن و رجوع الی الرسول ﷺ کی تعلیمات کو اُجاگر کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا کہنا تھا کہ شیخ الاسلام کی سرپرستی میں یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آغوش آرفن کیئر ہوم اور مستحق طلباء کے لئے ہزارہا سکالرشپس کا نظام قائم کیا۔ منہاج القرآن کے رفقائے کار و ذمہ داران کی یہ تحریکی ذمہ داری ہے کہ وہ علم و امن کی اس روشنی کو گھر گھر پہنچائیں۔ محبت و بھائی چارہ کو فروغ دیں۔

اس موقع پر 74 ویں سالگرہ کی مناسبت سے کیک بھی کاٹا گیا۔ تقریب میں مرکزی صدر پاکستان عوامی تحریک قاضی زاہد حسین، صدر تحریک منہاج القرآن کراچی مسعود احمد عثمانی، مرکزی صدر منہاج یوتھ لیگ رانا وحید شہزاد، ناظم تحریک منہاج القرآن کراچی عتیق چشتی، سید ظفر اقبال، مفتی مکرم خان قادری، شاہد حسین راجپوت، فیضان کلیم، شیخ عماد الدین، جواد انصاری، نصرت رعناڈار، فوزیہ جنید سمیت تحریک منہاج القرآن کے جملہ فورمز کے قائدین و کارکنان اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات شریک ہوئیں۔

المواخات برانچ کا افتتاح

کراچی میں اپنی نوعیت کی پہلی المواخات مائیکروفنانس کمپنی کی برانچ کا افتتاح کرتے ہوئے منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر و چیف ایگزیکٹو آفیسر ''المواخات'' پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ اسلام سماجی، معاشی انصاف پر زور دیتا ہے، غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ معاشی مسائل ام المسائل ہیں، ان کا حل ڈھونڈے بغیر پرامن اور معتدل سوسائٹی کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد سب سے

پہلا اقدام مالی اعتبار سے کمزور افراد کی معاشی بحالی اور کفالت کا اٹھایا اور انسانیت کو معاشی بھائی چارہ قائم کرنے کی سوچ دی۔ آپ ﷺ کے حکم پر آسودہ حال افراد نے کمزور طبقات کو اپنے وسائل میں شامل کیا۔ یہ مستحسن عمل مواخات مدینہ کے نام سے مشہور ہوا۔ منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے افراد کی باوقار معاشی بحالی کے لئے فکری اور عملی سطح پر تسلسل کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ معاشی کفالت کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا عبادت ہے۔

انہوں نے کہا کہ منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار زکوٰۃ کی تقسیم کے نظام میں تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں۔ اسلام کا معاشی نظام فرد کی خود انحصاری کی بات کرتا ہے مگر جس طریقے سے زکوٰۃ تقسیم کی جا رہی ہے اس سے مستقل بھکاری بنائے جا رہے ہیں۔ زکوٰۃ کی رقم سے چھوٹے چھوٹے کاروبار کروائے جائیں اور ہنر مند بنانے پر یہ رقم خرچ کی جائے۔ ہر سال زکوٰۃ لینے والوں کی تعداد اگر کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہے تو اس کا مطلب ہے جن مقاصد کے لئے زکوٰۃ تقسیم کی جا رہی ہے وہ پورے نہیں ہو رہے اور یہ لمحہ فکریہ ہے۔ اس پلیٹ فارم سے متوسط اور ضرورت مند افراد کو کاروبار کے لئے مالی معاونت مہیا کی جائے گی۔ روزگار کے مواقع بڑھانے اور اقتصادی پہیہ چلانے کے لئے چھوٹے کاروبار قائم کرنے کے معاشی کلچر کو پروان چڑھانا ہوگا۔ افتتاحی تقریب میں محمد مسعود عثمانی، ڈاکٹر سلیم اشرف، امجد علی، جمیل الرحمن خان (جوائنٹ ڈائریکٹر سٹیٹ بینک آف پاکستان)، محمد اسلام احمد، نعمان عبدالمجید، اقبال مصطفوی، حافظ عمران، نوید عالم نے شرکت کی۔

ڈھرکی میں شانِ مصطفی ﷺ اور اتحادِ اُمت کانفرنس

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے تحریک منہاج القرآن ڈھرکی کے زیرِ اہتمام منعقدہ شانِ

مصطفیٰ ﷺ اور اتحادِ امت کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اُمت کے لیے کامل نمونہ ہے، جس میں اتحاد، محبت، اخوت اور بھائی چارے کا درس ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی ریاست میں مواخاتِ مدینہ قائم کرکے عملی طور پر امت کو اتحاد اور یکجہتی کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ کی سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ رنگ، نسل، زبان اور علاقے کی تفریق سے بالاتر ہو کر صرف ایمان اور محبت رسول ﷺ کی بنیاد پر امت کو جوڑا جائے۔

کراچی میں رحمتِ عالم ﷺ کانفرنس

کراچی کے علاقے گلشن حدید میں منعقدہ ''رحمتِ عالم ﷺ کانفرنس'' سے خطاب کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کہا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی پیروی میں ہی کامیابی ہے۔ آپ ﷺ نے اتحادِ اُمت کی تعلیم دی۔ اللہ رب العزت کا حکم ہے '' اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو'' اللہ کی رسی قرآن اور حدیث و سُنتِ رسول ﷺ ہے۔ جب اُمت اپنے مسائل و معاملات کے حل کے لئے اتباعِ رسول ﷺ کا راستہ اختیار کرے گی تو اُسے اندھیرے میں روشنی دکھائی دے گی۔ کانفرنس میں مرکزی صدر پاکستان عوامی تحریک قاضی زاہد حسین، صدر منہاج القرآن کراچی مسعود احمد عثمانی، ناظم عتیق احمد چشتی، راؤ محمد طیب، مرکزی صدر منہاج یوتھ لیگ رانا عبدالوحید، علماء کرام اور مشائخ عظام جن میں علامہ محمد اکرم سعیدی (ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت سندھ)، مفتی محمد مکرم خان قادری، صوفی گلزار، علامہ اسلم الرحمن حسینی، علامہ قاری محمد رمضان، صوفی خالد اقبال، سید مصباح الرحمن حسینی، علامہ محمد اسلام، ڈاکٹر محمد اسحاق مصطفائی، ڈاکٹر محمد عمران گھمن، ڈاکٹر محمد شوکت، علامہ سید وسیم الحق، محمد طفیل، پیر لیاقت علی شاہ، چودھری محمد حسین، عبدالغفار سمیت متعدد سیاسی، سماجی اور مذہبی رہنما بھی شریک تھے۔

قائد ڈے
تقریبات 2025ء

خصوصی رپورٹ

تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 74ویں سالگرہ دنیا بھر میں قائم اسلامک سینٹرز، تعلیمی اداروں اور تنظیمی ہیڈکوارٹرز پر جوش و خروش سے منائی گئی۔ اس موقع پر کیک کاٹے گئے، سیمینارز کا انعقاد کیا گیا۔ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور مرکزی قیادت نے بیرون ملک اور اندرون ملک منعقدہ تقریبات میں خصوصی شرکت کی اور خطابات فرمائے۔ ان تقریبات میں ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے نمایاں شخصیات نے شیخ الاسلام کی تعلیم کے فروغ، اتحادِ امت، بین المسالک و بین المذاہب رواداری کے لیے انجام دی جانے والی خدمات پر زبردست الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔

مرکزی تقریب منہاج القرآن انٹرنیشنل کے سیکرٹریٹ لاہور میں منعقد ہوئی، جس میں پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم پیر دیوان مسعود چشتی (آستانہ عالیہ پاکپتن شریف)، ناظمِ اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، علماء و مشائخ اور جملہ مرکزی قائدین اور کارکنوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اس موقع پر شیخ الاسلام کی صحت و درازی عمر، ملکی سلامتی و خوشحالی کے لیے خصوصی دعائیں کی گئیں۔ تقریب میں محفلِ نعت اور محفلِ سماع کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب

میں سابق گورنر پنجاب چوہدری محمد سرور نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام اور ادارہ منہاج القرآن پوری دنیا میں اسلام اور انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں، ڈاکٹر طاہر القادری نے بہترین تنظیمات قائم کی ہیں اور لیڈر بنائے ہیں، بہترین لیڈر وہ ہوتا ہے، جو لیڈر بناتا ہے۔ پاکستان ہو یا پاکستان سے باہر ہر جگہ منہاج القرآن کے لوگ ملتے ہیں میں انھیں ملتا ہوں یہ ہر جگہ دین اور اسلام کی خدمت میں پیش پیش ہوتے ہیں، پاکستان میں ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور ان کے تمام رفقائے کار شیخ الاسلام کے مشن کو لے کر چل رہے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی درازئ عمر اور توفیقات میں اضافہ کی دعا کرتا ہوں اور منہاج القرآن کے کارکنان کو سالگرہ کی مبارک باد دیتا ہوں۔

☆ سالگرہ کے سلسلے میں تحریک منہاج القرآن کے تحت تمام تعلیمی و تحقیقی اداروں؛ فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ، منہاج یونیورسٹی، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، منہاج گرلز کالج، آغوش آرفن کیئر ہوم، تحفیظ القرآن انسٹی ٹیوٹ میں بھی شیخ الاسلام ڈے کی مناسبت سے خصوصی تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔ ان جملہ تقریبات میں مقررین نے ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کی تعلیمات پر روشنی ڈالی۔

☆ تحریک منہاج القرآن اور اس کے جملہ ذیلی فورمز مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ، منہاج یوتھ لیگ، منہاج القرآن ویمن لیگ، علما کونسل اور منہاجینز فورمز کے زیر اہتمام بھی تقاریب منعقد کی گئیں۔

☆ بین الاقوامی سطح پر بھی سالگرہ کی تقریبات بھرپور جوش و خروش سے منائی گئیں۔ برطانیہ، یورپ، امریکہ، آسٹریلیا، جاپان، ہانگ کانگ اور ملائیشیا میں قائم منہاج القرآن کے مراکز میں خصوصی دعائیہ تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔ یورپ کے مختلف ممالک میں منہاج القرآن کے مراکز میں خصوصی نشستوں کا انعقاد کیا گیا، جن میں ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی اور فکری خدمات کو سراہا گیا۔ نیویارک، شکاگو، ہیوسٹن، آسٹریلیا اور جاپان میں کارکنوں نے خصوصی دعائیہ محافل منعقد کیں، جبکہ ہانگ کانگ اور ملائیشیا میں بھی کیک کاٹے گئے اور قائد تحریک کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کیا گیا۔ تحریک منہاج القرآن کے رہنماؤں کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی، تحقیقی اور اصلاحی جدوجہد امتِ مسلمہ کے اتحاد اور نئی نسل کی فکری و روحانی تربیت میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 74 ویں سالگرہ کی مناسبت سے شیخ الاسلام ڈے کے عنوان سے منعقدہ پروگرامز میں شیخ الاسلام کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ

آپ کی علمی و تجدیدی خدمات عصرِ حاضر میں ایک درخشندہ باب ہیں۔ انہوں نے امتِ مسلمہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں امن، محبت، رواداری اور بین المسالک ہم آہنگی کا درس دیا۔ ان کی تعلیمات نوجوان نسل کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے علم، عمل اور اخلاص کے ساتھ تحریکِ منہاج القرآن کے مشن کو آگے بڑھانا ہوگا۔ شیخ الاسلام نے ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں اعتدال، رواداری اور امن کی تعلیم دی ہے۔ ان کی شخصیت عالمِ اسلام کے لیے ایک نعمت ہے۔ علمی، فکری، اصلاحی اور تجدیدی خدمات میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ ان کی علمی وراثت آنے والی نسلوں کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔

آپ نے جو امن عالم کے لیے خدمات فراہم کی ہیں وہ بے مثال ہیں۔ آپ کی تنظیم دنیا بھر میں دکھی انسانیت کی بلا تفریق خدمت کر رہی ہے۔ آج ہم ایک ایسی نابغہ روزگار شخصیت کا یومِ ولادت منا رہے ہیں جنہوں نے علمی، فکری، اصلاحی اور روحانی محاذ پر امت مسلمہ کی رہنمائی کی ہے۔ شیخ الاسلام نے دنیا بھر کے لاکھوں نوجوانوں کے دلوں میں علم، عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور خدمتِ دین کا جذبہ بیدار کیا۔

تحریک منہاج القرآن علم، محبت، امن اور خدمت کی علمبردار ہے۔ انہوں نے کہا کہ شیخ الاسلام کے دل میں جگہ بنانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ان کے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زندگی علم، عمل اور روحانیت کا حسین امتزاج ہے۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں تہجد کی نماز کا اہتمام شروع کیا، جو آپ کی روحانی بلندی اور والدین کی بہترین تربیت کا مظہر ہے۔ بچپن سے ہی اللہ والوں اور علمائے کرام کی صحبت اختیار کی، ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر علم و ادب کے خزانے سمیٹے۔

شیخ الاسلام کی علمی خدمات کا احاطہ کرنا انسانی عقل سے ماوراء ہے۔ آپ نے دنیا کے ہر شعبے میں اپنی تحریروں سے روشنی ڈالی ہے، چاہے وہ مذہب ہو، سائنس، ٹیکنالوجی، سیاست، صحافت، عدل و انصاف، نفسیات یا کوئی اور شعبہ۔ آپ کی کتب اور مقالات نے ہر میدان میں انقلاب برپا کیا ہے۔

تعلیمی سفر میں آپ نے اسلامی و عصری علوم میں کمال حاصل کیا اور ہزاروں کتب تصنیف کیں، جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، اور سیرت النبی ﷺ جیسے موضوعات شامل ہیں۔ آپ کی تحریریں علمی دنیا میں سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ آج پوری دنیا میں ان کے فکری و تحقیقی کام کو پذیرائی حاصل ہے، اور ان کی تصانیف ہر شعبۂ زندگی میں راہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

آپ نے دنیا بھر میں اسلام کی حقیقی تعلیمات اور بین المذاہب ہم آہنگی کا پیغام عام کیا۔ شیخ الاسلام نے تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی، جو علم، امن، محبت، اور خدمت کا علمبردار ادارہ ہے۔ آپ کی مجالس میں روحانی سکون اور معرفت کی کیفیت ہوتی ہے، اور آپ نے عشقِ مصطفی ﷺ کو اپنی زندگی کا محور بنایا۔ شیخ الاسلام کی شخصیت آج کے دور میں ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عظیم نعمت اور مشعلِ راہ ہے۔

ان تقریبات میں شرکاء نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی عالمی سطح پر اشاعتِ دین، فروغِ امن اور اتحادِ اُمت کے لیے سرانجام دی گئی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا اور آپ کی درازئ عمر، صحت و سلامتی اور اُمتِ مسلمہ کی رہنمائی اور ان کی خدمات کے تسلسل کے لیے خصوصی دعائیں کیں۔

خصوصی ہدایات برائے معتکفین
شہرِ اعتکاف 2025ء

بحمداللہ تعالیٰ اس سال بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی سرپرستی میں اور محترم ڈاکٹر حسن محی الدین القادری و محترم ڈاکٹر حسین محی الدین القادری کی معیت میں جامع المنہاج بغداد ٹاؤن، ٹاؤن شپ لاہور میں 32 واں سالانہ شہر اعتکاف آباد ہو رہا ہے۔ جسے حرمین شریفین کے بعد دنیا کے سب سے بڑے اعتکاف ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ شہر اعتکاف تحریک منہاج القرآن کی پہچان ہے۔ وہ ہزارہا خوش نصیب معتکفین جو امسال اس سعادت سے فیض یاب ہوں گے ان کیلئے مرکز کی جانب سے خصوصی ہدایات دی جا رہی ہیں۔ جملہ معتکفین پر اِن ہدایات کی پابندی لازمی ہو گی۔ نیز تنظیمات جن معتکفین کو لے کر آئیں گی اُن سے ان ہدایات پر عمل درآمد کروانا لازم ہو گا۔ جملہ تنظیمات، رفقاء و کارکنان اعتکاف کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

1۔ اعتکاف گاہ میں آنے سے پہلے کرنے والے کام

ا۔ اعتکاف کی سعادت حاصل کرنے کے خواہشمند احباب پریشانی سے بچنے کے لئے بروقت ایڈوانس بکنگ کروالیں۔ بکنگ پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر ہو گی۔ اعتکاف گاہ میں گنجائش کے

مطابق بکنگ کی جائے گی اور جگہ کی تنگی کے باعث تنظیمات کو کوٹہ الاٹ کیا جائے گا۔ معتکفین کی مطلوبہ تعداد مکمل ہونے پر بکنگ بند کر دی جائے گی۔ اعتکاف کی بکنگ کیلئے مقامی تنظیم سے رابطہ کریں۔

۲۔ رجسٹریشن کی آخری تاریخ 10 رمضان المبارک ہے۔

۳۔ ضروری سامان ہمراہ لے کر آئیں۔

۴۔ امسال اعتکاف میں سحرو افطار کے اخراجات 6 ہزار روپے فی کس ہیں۔ پانچ دن نفلی اعتکاف کے لیے سحر و افطار کے اخراجات 35 سو روپے جبکہ تین دن نفلی اعتکاف کے لیے سحر و افطار کے اخراجات 25 سو روپے ہیں۔

۵۔ کتب اور خطابات کے میموری کارڈز کی خریداری کیلئے رقم ساتھ لائیں مگر رقم اعتکاف گاہ میں موجود بینک میں جمع کروائیں۔

۶۔ اگر کوئی بیماری ہے تو ڈاکٹر کی رپورٹ اور مکمل ریکارڈ ساتھ رکھیں۔

۷۔ امیر حلقہ کی ذمہ داریاں سرانجام دینے کی صلاحیت کے حامل افراد کو تیار کر کے لائیں۔

۸۔ مقامی تنظیم کے ذریعے قبل از وقت مرکز کو اطلاع کریں تاکہ انتظامات بہتر ہو سکیں۔

۹۔ سیکیورٹی کے پیش نظر اصل قومی شناختی کارڈ ہمراہ لائیں، فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہو گی۔

۱۰۔ جملہ معتکفین اپنے کوپن کے ساتھ اپنی پاسپورٹ سائز تصویر attatch کریں گے جسے وہ اپنے سینے پر آویزاں کریں گے۔ اس کی پابندی کرنا ہر ایک پر لازم ہو گا۔

2۔ اعتکاف گاہ میں آتے وقت

۱۔ ہجوم اور پریشانی سے بچنے کیلئے 20 رمضان المبارک کی صبح ہی تشریف لے آئیں۔

۲۔ سکیورٹی اور انتظامیہ سے بھرپور تعاون کریں۔

۳۔ ہر شخص اپنی اور اپنے سامان کی خود چیکنگ کروائے۔

۴۔ اعتکاف گاہ میں داخلہ ٹوکن کے بغیر نہ ہو گا۔ لہٰذا ایڈوانس بکنگ والے احباب اپنا ٹوکن ہمراہ لائیں۔

۵۔ موبائل فون اور قیمتی اشیاء بینک میں جمع کروا کر رسید حاصل کریں۔

۶۔ موبائل لانے سے اجتناب کریں، ضروری رابطہ کے لئے PCO کی سہولت دستیاب ہوگی۔

۷۔ شہر اعتکاف میں موبائل فون کے استعمال سے معتکفین ڈسٹرب ہوتے ہیں جس سے یکسوئی متاثر ہوتی ہے نیز موبائل فون گم ہونے کی صورت میں انتظامیہ ذمہ دار نہیں ہوگی، آپ خود خیال رکھیں۔

۸۔ انتظامیہ سے ہر ممکن تعاون فرمائیں تاکہ انتظامیہ آپ کو بہتر سے بہتر سہولیات فراہم کر سکے۔

3۔ دورانِ اعتکاف

۱۔ معتکفین پر انتظامیہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون لازم ہو گا۔

۲۔ کسی قسم کی شکایت کی صورت میں اپنے بلاک انچارج سے رابطہ کریں۔ ہر بلاک میں انتظامیہ کا ڈیسک موجود ہوگا تاکہ آپ کا مسئلہ فوری طور پر حل ہو سکے۔

۳۔ ڈسپلن کے لیے ضروری ہے کہ ہر معتکف کے پاس جس بلاک کا کارڈ ہے، وہ وہیں رہ سکتا ہے۔ دوسرے بلاک میں جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ آسانی کے لیے ہر بلاک کے کارڈ کا نام اور رنگ دوسرے بلاک سے مختلف ہے۔

۴۔ آرام کے وقت آرام ضرور کریں تاکہ اگلے دن Fresh ہو کر معمولات سرانجام دے سکیں۔

۵۔ دیگر معتکفین بالخصوص بزرگوں کا خیال رکھیں اور اعتکاف گاہ میں موجود سہولیات کے لئے بزرگوں کو ترجیح دیں۔

۶۔ مشکلات زندگی کا حصہ ہیں اور قربِ الٰہی بغیر مشکلات اور صبر کے ممکن نہیں، اس لیے دس روز پیش آنے والی مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کریں کیونکہ روزے سے برداشت اور صبر کا سبق ملتا ہے۔

۷۔ کسی مسئلہ کے حل نہ ہونے پر پریشانی کی صورت میں شور شرابہ اور ماحول خراب کرنے کے بجائے انتظامیہ سے رابطہ کریں۔ ۸۔ شیڈول کے مطابق نظام پر بہر صورت عمل کریں۔

۹۔ قرآن و حدیث کی روشنی بکھیرتا ہوا شیخ الاسلام کا خطاب ہی حاصلِ اعتکاف ہے

اس نشست میں شرکت ہر صورت یقینی بنائیں۔

۱۰۔ اعتکاف ایک ایسی سنت ہے جس میں اس کی روح کو مدنظر رکھنا لازمی امر ہے۔ لہٰذا اعتکاف میں تفریح کیلئے نہ آئیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے حصول اور گناہوں سے توبہ کیلئے اعتکاف کریں اور اس کے جملہ تقاضے پورے کریں۔

۱۱۔ ایک دوسرے سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں نیز عملی طور پر باہمی مدد، خدمت و قربانی کے جذبے کے ساتھ اعتکاف میں آئیں۔ ۱۲۔ اپنے سامان کی خود حفاظت کریں۔

۱۳۔ جن احباب کے ساتھ خواتین بھی آئیں وہ احباب، خواتین اعتکاف گاہ میں ملنے کیلئے جانے یا فون کرنے سے اجتناب کریں۔

۱۴۔ صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ کوڑا کرکٹ؛ وضو خانہ اور باتھ روم کی جگہ نہ پھینکیں بلکہ کوڑے والے ڈرم میں پھینکیں۔

۱۵۔ سیکیورٹی کے پیش نظر اپنے اردگرد کے ماحول اور افراد پر کڑی نظر رکھیں۔ کسی بھی مشکوک فرد یا لاوارث سامان/شاپنگ بیگ، تھیلا وغیرہ دیکھنے کی صورت میں فوری انتظامیہ کو اطلاع کریں۔

۱۶۔ انتظامیہ کی طرف سے جاری فیڈ بیک پروفارمہ اور کوائف فارم ضرور پر کریں۔

۱۷۔ دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کریں۔ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے گردو نواح کے معتکفین کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔

۱۸۔ آپ اپنی زکوٰۃ و عطیات اور فطرانہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے کیمپ پر جمع کرواسکتے ہیں۔

۱۹۔ معتکفین اپنے بلاک کے حلقے میں رہیں، صرف نماز کی ادائیگی و خطاب سننے کے لئے مسجد میں تشریف لائیں۔

4۔ واپسی

۱۔ واپسی کیلئے ٹرانسپورٹ کا بندوبست بروقت کریں اور منتظمین کو اپنی ڈیمانڈ 26 رمضان المبارک تک فراہم کردیں۔

۲۔ اپنا مکمل سامان ساتھ لے کر جائیں (شیخ الاسلام کی کتب اور خطابات زیادہ سے زیادہ اپنے ہمراہ لے کر جائیں)۔

۳۔ اپنی آسانی کے لئے دوسروں کیلئے مشکلات پیدا نہ کریں۔

۴۔ اپنے حلقے کی صفائی ضرور کرکے جائیں کیوں کہ عید کے فوراً بعد اس اعتکاف گاہ میں دیگر تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کا آغاز ہو جائے گا۔

خرم نواز گنڈا پور (ناظم اعلیٰ و سربراہ شہر اعتکاف) 0301-5140075

محمد جوّاد حامد (نائب ناظم اعلیٰ ایڈمنسٹریشن واجتماعات وسیکرٹری شہرِ اعتکاف)

0333-4244365, 0315-3653651, 042-35163843

Minhaj University Lahore
MINHAJ UNIVERSITY LAHORE
DISCIPLINE - INNOVATION - EXCELLENCE - CHARITY
MUL
MINHAJ
Minhaj Yani Rasta
Rasta Kamyabi Ka
MINHAJ
ADMISSIONS
SPRING
'25
Apply Now
www.admission.mul.edu.pk
03 111 222 685 | 042 35145629

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
MAR-2025
Regd CPL No.41